



2821


U32136 Date 30-12-08

Title - NAGHMA - e - AATISHAHEN

Author - Musattilab Sabahuddin Umar.

Publisher - N-A.

Year - 1943.

Pages - 90

Subjects - Urdu Shajesi - Antikahs Kalam
Shah May Taseer.

۸۹۱۵۴۳۱۶

۴۰۴
(۱۵)

۳۲۱۳۶

ہندوستان کے سپوتوں کے نام



17 AUG 1903

یادِ قوم کا ہے اپنے سپوتوں سے پیام خطہ ہند کا اس جنگ میں وں چاہے نام
تیر خورینے جس شان سے چوڑا ہے نیام اپنے مسکن میں ہی شان سے پائے آرام

شاعر گوشہ نشین شکر خدا کرتا ہے
جنگ ہو تم کو مبارک یہ دعا کرتا ہے

CHECKED-2007

[Signature]

(آجہانی) پنڈت برج نرائن چکیت (گمنوی)

M.A. LIBRARY, A.M.U.



U32136

دعایہ

رام بابو سکسینا

[Handwritten signature]

پیش لفظ

اس وقت جن ملکوں میں جنگ کی آگ لگی ہوئی ہے وہاں تہذیب کا کوئی شہر سہاٹی کا کوئی مسئلہ بلکہ حیات انسانی کا کوئی لمحہ ایسا نہیں ہے جو لڑائی کے خونریز دیوتا کا مقابلہ کرنے کے لئے وقف نہ ہو۔ ان کے تمام فرائض اب صرف ایک فرض میں تبدیل ہو گئے ہیں اور وہ شین کو شکست دینا ہے۔ انکا محبوب ترین مسئلہ اب جنگ کی تیاری کے علاوہ کچھ نہیں۔

ہر چند ہندوستان ابھی تک اس آگ سے محفوظ ہے لیکن اگلی لپٹ سب کو محسوس ہونے لگی ہے اور ہر شخص یہ سمجھنے لگا ہے کہ میدان کا زرادہ اسے ملک سے دور ہی مگر چونکہ جنگ کی حیثیت مقامی نہیں بلکہ عالمگیر ہے اس لئے ہندوستان پر اس کا اثر ضرور پڑے گا۔

یہ امر طاعت بخش ہے کہ ہندوستان کے ادیب اور شاعر بھی اس حقیقت سے ناواقف نہیں ہیں چنانچہ زیر نظر مجموعہ ان کے جذبات اور احساسات کا آئینہ دار ہے۔ اس میں آپ کو مختلف دبستانوں کے شاعر نظر آئیں گے۔ اردو کے پرانے استاد بھی اور دور جدید کے شعرا بھی۔ سناٹا گریسی نیا کا کے بھی مسلم لیگی خیالات کے بھی اور اشتعالی خیالات کے بھی۔ لیکن وٹنی سیاست میں اختلاف مسلک کے باوجود اپنے جذبات کے لحاظ سے وہ سب اس وقت ہمزبان و ہمخواہ ہیں اور انکا تقصیر سوائے ان کے اور کچھ نہیں کہ اس جنگ نے جو خطرات پیدا کرنے ہیں انکا مقابلہ کرنے کیلئے کٹ دن کو آمادہ کیا جائے اس لئے وہ اب اپنے نذر آنہ آتشیں سے ہمارے دلوں کو گرا رہے ہیں اور کشمکش

حیات کے اس سخت ترین دور میں حصہ لینے کے لئے ہم کو دعوتِ عمل دے رہے ہیں۔
 اس مجموعہ میں صرف صوبہ متحدہ کے شاعروں کا غیر مطبوعہ اور تازہ ترین کلام درج کیا گیا ہے۔
 نظموں کی ترتیب ان کے مخلص کے حروفِ تہجی کے اعتبار سے رکھی گئی ہے۔ ان نظموں کا حق طبع
 قومی محاذ جنگ صوبہ متحدہ کو حاصل ہے۔ جسکے زیرِ اہتمام یہ مجموعہ شائع کیا جا رہا ہے لیکن اخبارات
 و رسائل وغیرہ مجموعہ کے حوالہ سے یہ نظمیں چھاپ سکتے ہیں۔

انہیں ہے کہ وقت کی قلت کے باعث صوبہ کے دیگر متاثر شدہ شراکی نظمیں نہیں حاصل ہو سکیں۔
 بعض حضرات کو اطلاع نہ ہو سکی اور بعض اپنی مصروفیتوں کی وجہ سے نظم نہ بھیج سکے۔ مگر یہ کہنا غلط نہ ہوگا
 کہ اسے باوجود مجموعہ کو قدیم و جدید شعرا کی نمائندگی ضرور حاصل ہے اور اس کے لئے میں اُن شعرا کے کلام
 کا ممنون ہوں جنہوں نے اپنی نظموں سے مجھے سرفراز کیا۔ وقت کی اس کمی کی وجہ سے خطہ خواتینِ شہر
 سے اُن کے کلام کے لئے درخواست نہ کی جا سکی۔ پھر بھی وہ خواتین نے ازراہ ہرمانی اپنی نظمیں عنایت
 کیں۔ یہ نظمیں اس امر کا ثبوت ہیں کہ اس جنگ نے مرد و مردِ ہندوستانی خواتین کو بھی متاثر کر دیا ہے۔
 بہر حال اس مجموعہ میں ہمارے شعراء نے مختلف زاویوں سے جنگ کی جس حقیقت کو پیش
 کیا ہے ہمارا فرض ہے کہ ہم اسے سمجھیں کیونکہ ہماری حیاتِ مستقبل کی تعمیر کا مسئلہ بہت کچھ حال ہی
 کے سمجھنے پر منحصر ہے۔

اگست

۲۵ اگست ۱۹۴۷ء

صباح الدین عمر

عنوانات

۱ - سُرخ فوج	اختر	پروفیسر جان نثار اختر	صفحہ ۱
۲ - فتح کا پرچم	اختر نصیر آبادی	جناب عبدالجبار اختر	۲
۳ - نوید کامرانی	اسد انصاری کھنوی	جناب اسد حسن انصاری	۵
۴ - وطن کا سپاہی	اسلم کھنوی	جناب محمد اسلم کھنوی	۷
۵ - سپاہی کی وطن	آسی الدینی	مولانا عبدالباری آسی الدینی	۹
۶ - رنڈا رنگ	اعجاز	پروفیسر اعجاز حسین اعجاز	۱۱
۷ - بانگ عافیت	انسر میرٹھی	پروفیسر حامد اللہ انسر میرٹھی	۱۳
۸ - مژدہ ان	انقر موبانی	مولانا انقر موبانی	۱۵
۹ - آزادی کا دیوتا	ابین سلووی	جناب ابین احمد ابین سلووی	۱۷
۱۰ - سپاہ ہند	بدر غازی پوری	جناب بدر غازی پوری	۱۹
۱۱ - نغمہ بیداری	برجیس	محترمہ آمنہ برجیس	۲۱
۱۲ - جھلکیاں	ہنزا کھٹوی	جناب سردار حسین ہنزا کھٹوی	۲۳
۱۳ - قسمت کی پیشین گوئی	بھت ارگو	جناب اے۔ ان بھت ارگو	۲۵
۱۴ - ہٹلر سے	بیدل مراد آبادی	جناب منگل سین بیدل	۲۷
۱۵ - شکست ساز	جگر مراد آبادی	حضرت جگر مراد آبادی	۲۹
۱۶ - احساس کامرائی	جمال بنارسی	جناب مسعود اختر جمال	۳۰
۱۷ - جلوہ رنگین	حیا عبدالرحمن	محترمہ کنیز فاطمہ حیا	۳۲
۱۸ - ہندی سپاہیوں سے	خمار بارہ بکوی	جناب خمار بارہ بکوی	۳۵
۱۹ - ہمارا عزم (رباعیات)	دل شاہجہاں پوری	”اقتدار الہک“ حکیم ضمیر حسین خاں دل	۳۷
۲۰ - نازی فسطائی	رضا کھنوی	جناب سید آل رضا کھنوی	۳۹

۲۱- عصر فرادر جنگ	رئیس اردو نوی	جناب رئیس اردو نوی	۴۱
۲۲- اٹلی	ساکک گھنوی	جناب بشونا تھ پرشاد ساکک گھنوی	۴۲
۲۳- دعوت عمل	سراج گھنوی	جناب سراج الحسن سراج	۴۵
۲۴- سودیٹ روس	سرورش گھنوی	جناب سرورش جلالی گھنوی	۴۹
۲۵- نراج عقیدت	سلام بھلی شمیری	جناب سلام بھلی شمیری	۵۱
۲۶- حال دماغی	سلیم کاپوری	جناب سلیم ناطقی کاپوری	۵۳
۲۷- سپاہی کا غم	سورشا جھاپوری	جناب سورشا جھاپوری	۵۵
۲۸- اقتبہ	سیاہب اکبر آبادی	حضرت سیاہب اکبر آبادی	۵۷
۲۹- دیش دلا سے	سید شمیم کرمانی	جناب سید شمیم الدین شمیم کرمانی	۵۹
۳۰- میری تلوار	شوکت سچانی	جناب شوکت سچانی	۶۳
۳۱- تعلقات	صفی گھنوی	"لسان القوم" سید علی نقی صفی گھنوی	۶۵
۳۲- شعلہ رزم	عارف گھنوی	جناب سید اخلاق حسین عارف	۶۷
۳۳- سپاہی کی زندگی	عرشی گھنوی	جناب محمد حسن عرشی گھنوی	۶۹
۳۴- میدان جنگ سے ایک خط	عقیل خیر آبادی	جناب عقیل احمد جعفری عقیل خیر آبادی	۷۱
۳۵- جذبہ حب وطن	فرقت کاکوری	جناب غلام احمد فرقت کاکوری	۷۳
۳۶- بڑھے چلو	قدیر گھنوی	جناب قدیر احمد خاں قدیر گھنوی	۷۵
۳۷- میکش شمشیر کھٹ	مجاز	جناب اسرار الحق مجاز	۷۷
۳۸- سولینی کا زوال	مجنوں گھنوی	جناب منور آغا مجنوں	۷۸
۳۹- نوائے وقت	مسیح الزماں جاسی	جناب سید مسیح الزماں جاسی	۸۰
۴۰- امن کے سپاہی	ملا گھنوی	جناب آئندہ نرائن ملا گھنوی	۸۲
۴۱- جاپان کی خاتون	نسیم اردو نوی	جناب سید فائزہ رضا نسیم	۸۵
۴۲- ترانہ جنگ	نور ناروی	حضرت نور ناروی	۸۷

سُرخ فوج

جانب جان نثار اختر

یہ زمیں شہرِ فناں

یہ فلک دھواں دھواں

روحِ جسم و برپتاں

قلبِ عصرِ خوں چکاں

توپ، ٹینک، گولیاں

گو بختی ہیں وادیاں

خاک و خوں کے درمیاں ————— سُرخ فوج ہے رواں

ایک موجِ کارِ زار

ایک سُرخ جو ببار

ایک تند آ بشار

ایک ابرِ کوہِ سار

اک شہابِ بے قرار

اک تلاطمِ شرار

شعلہ خیز و شعلہ بار ————— سُرخ فوج ہے رواں

ایک جسمِ آہنیں

ایک سیلِ آتشیں

ایک شمسہ زمیں
ایک اثر ویر حسین
ایک مایہ احمریں
مرگ تہر آنہریں
خشناک و خشکیں ————— سرخ فوج ہے رواں

سرخ و خوں نشان علم
یہ دہل کا زبرد بزم
تند گام، برق رم
مہر فتح، ہر قدم
بحسہ سلطوت و اہم
زور و زندگی بہم
لحمہ دم بد م ————— سرخ فوج ہے رواں

حریت کی پاباں
زندگی کی راز داں
جنگ جواجمی جواں
ایک سرخ کہکشاں
یہ کدال یہ نشان
ہل رہا ہے کل جہاں
ٹھک رہا ہے آسماں ————— سرخ فوج ہے رواں

کجاں شاراختر

وطنیہ
نام بابو سکسینہ



جان نثار اختر

LIBRARY
Date.....
ALIGARH
MUSLIM UNIVERSITY



اچھا نصیر آبادی

”فتح کا پرچم“

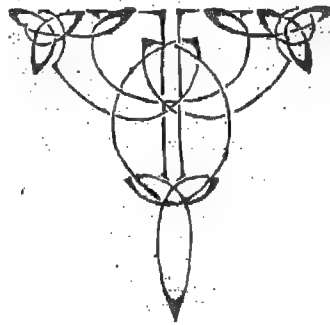
✽ (جناب عبد الباقی خان خیر نصیر آبادی) ✽

جنگ کے بادلِ فتنی پھر کے جب چھانے لگے
ہو گئیں جب ستیں دنیا کی وقف کا رِزار
کار فرما ہو رہا تھا بریت کا وقار
خون سے چہرہ فلک کا ہو گیا جس وقت فتنی
ٹینکوں کے جبکہ ٹکرائے لگے کوہِ گراں
گوخِ اُٹھی جب شور و شر سے ہر طرفِ حدِ افق
دیکھ کر چاروں طرف یہ منظرِ وحشتِ فزا
یہ نہ ہو میرا وطنِ پیارا وطنِ ہندوستان
ہو نہ جائے کوئی اس دارِ الاماں میں خلفشار
نوحہ و غم میں بدل جائے نہ یہ عشرتِ کارِ اگ
دشمنوں کے کان بہرے بدگونی ہو نہ جائے
آگ کے شعلے فلک تک اُٹھ کے تھرانے لگے
زخم سے ہونے لگا جب سینہ گیتی نگار
عصمتِ انسانیت تھی غونچکان و شرمسار
زلزلے میں آگے جس دم زمیوں کے طبق
الامان و الحفیظ و الحفیظ و الاماں
ظلمتِ مشامِ تظلم اور وہ خونین شفق
دل میں سوچا اپنے یہ ہندوستان کا سورما
گلکشان و گلِ بدِ اماں۔ گلزمین و گلستاں
ہو نہ جائے اس کا مرکز بھی وقفِ کارزار
ہند کی عصمتِ شمارِ دل کا نہ لٹ جائے ہر اگ
مادرِ ہندوستان کی گود سونی ہو نہ جائے

جنگ کی بادخزاں سے لٹ نہ جائے یہ بہار
 سوچ کر یہ خون کھولا پڑ گئے ابرو پہ بل
 رہ گیا باقی نہ جب قابو دل خود دار پر
 تیغ جو ہر دار کھینچی بختِ فلاد نے
 دامن گل فصل گل میں ہونہ جائے تار تار
 دل میں اٹھا اک قیامت خیز طوفانِ عمل
 ہاتھ اٹھایک بیک اور جا پڑا تلوار پر
 عزم دل میں بھر دیا خود فطرت آزاد نے
 مشرق و مغرب میں اپنی جراتوں سے چھا گیا
 جنگجو ہندوستان کا رنگہ میں آگیا

دل میں اک جوشِ سترت سب کے لہر لے لگا
 اور اُنق پر فتح کا پرچم نظر آنے لگا

انجمنِ نصیر آبادی



نویذ کا مرانی

جناب استاد انصاری لکھنؤی

ہو مبارک جلد اب فصل بہار آنے کو ہے
 ہر رخ پر مردہ گل پر بہار تازہ ہے
 بادۂ عشرت ہے بہر بزم ہر جام دہبو
 چل رہی ہے مہین عالم میں ہوائے زندگی
 صبح اب ہونے ہی والی ہے شب دیو کی
 ہے شفق کے سرخ پردے سے عیاں نورِ سحر
 جہنمی، جاپان اپنی موت پر رونے کو ہیں
 لاری ہے اک پیام تازہ بھڑ بادِ صبا
 وہ سکونِ تام ہے ہر قلبِ مضطرب کے لئے
 اک حیاتِ نو ہے جو ہر جاں بلب کی واسطے
 ہے قریب ختم اب افسانہٴ رنج و الم
 نغمہٴ شادی لب ہر ساز پر آنے کو ہے
 از سر نو ہو گیا ہے ہر سفر تازہ دم
 کر رہی ہے کامِ ہمت قافلہٴ سالار کی

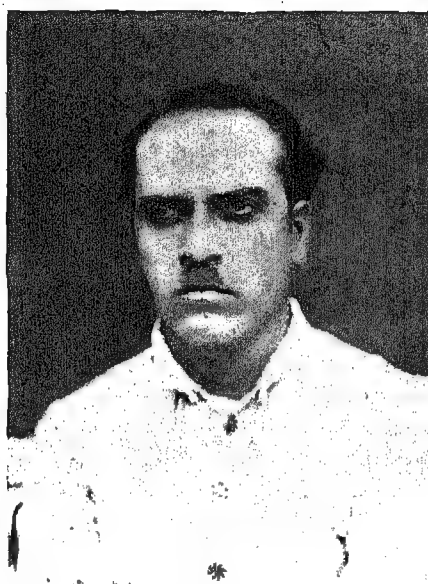
یہ خزاں کا عہد نامہ سودا جانے کو ہے
 چہرہٴ نگین کے عارض پر خوشی کا غانہ ہے
 گو تجا ہے نغمہٴ شادی جہاں میں چار سو
 آ رہا ہے لب پر مطرب کے نوائے زندگی
 دیکھئے نکلیں آفتی پردہٴ شمع میں نور کی
 ہو رہا ہے آفتابِ پنج و نصرت جلوہ گر
 روتس و امیرِ کر خوشی میں ہم بغل ہونے کو ہیں
 وہ پیام تازہ جو ہے مزدۂ راحت فزا
 جلوہٴ رنگیں ہے جو ہر دیدۂ ترکے لئے
 جو نویدِ عشرت و شادی ہے سب کی واسطے
 ختم ہونے کو اب آئی داستانِ درد و غم
 ہر دلِ حسرت زدہ مانگا ہوا پائے کو ہے
 اک نویدِ کامرانی دیر ہا ہے ہر قدم
 خاک میں ملنے کو ہیں سب کو شیشِ اختیار کی

موت کے ڈر سے متولیتی کت رہ کر گیا
 نازیوں کا کمر اور فسطائیوں کی خود ساری
 اپنے ہی شیر ستم کا وہ نشانہ بن گئے
 نزع میں ہے جرمی، جتا ہاں ہے بیمار غم
 اُن کی آئی اب کسی حالت میں مل سکتی نہیں
 مرگ کو ہے انتظار حکم رب اُن کے لئے
 واپس الہا اب جہنم اُن کے استقبال میں
 جب کہے جائیں گے اُن کے واقعات زندگی
 کانپ اٹھے گا خیال ظلم سے پائے قسمل
 جس کو بڑھ کر شرم سے دینا کا سر جھک جائیگا
 ہو گا شرمندہ جہاں نام اُن کا دہراتے ہوئے
 ہو رہی ہے ہر محاذ جنگ پر اُن کو شکست
 بھاگ سکتے ہی نہیں یہ جنگ کے میدان سے
 بیکی رویگی اُن کو دم یہاں توڑیں گے یہ

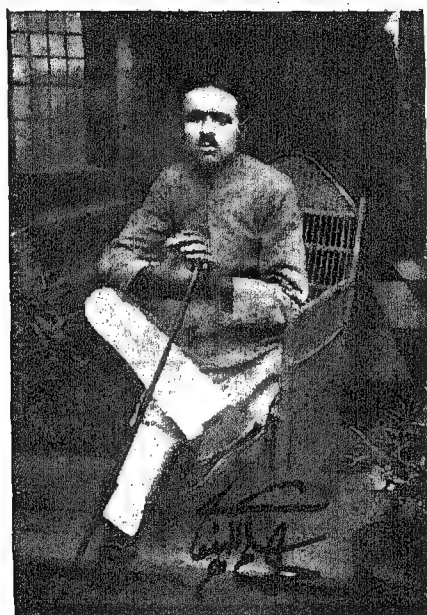
یعنی قبل از مرگ وہ بے موت گویا مر گیا
 خود نہ پرید اگر سکی اپنے لئے کچھ بہتری
 اک سبق آموز عبرت کا نشانہ بن گئے
 جان ہی میسر ٹلیگا اُن کی یہ آزار غم
 اب کسی صورت سے اُن کی دال گل سکتی نہیں
 شعل دوزخ میں ہے نار غضب اُن کے لئے
 خود پھنسا جاتا ہے اب صبا اپنے جال میں
 جب نظر آئیگا نقش بے ثبات زندگی
 سرنگوں با چشم نم کھلے گا رو داد ستم
 مادر گیتی کی آنکھوں پر اندھیرا چھائیگا
 نام لے گا ہر مورخ اُن کا شرم لاتے ہوئے
 ہو چلا ہے منتشر اُن کا نظام بود و مست
 ہاتھ دھونا ہے یہاں اب اُن کو اپنی جان سے
 دریں عبرت سرکشوں کے واسطے چھوڑیں گے یہ

کامیابی سامنے ہے ہند یو ابیدار ہو

دل میں عزم فتح ہوا اور ہاتھ میں تلوار آو
 استاد انصاری لکھنوی



اسد انصاري الكهنوي



اسام لکھنوي

وطن کا سپاہی

جناب اسلم لکھنوی

وطن کا میں دستار ہوں

وطن کی میں بہار ہوں

وطن کا جاں نثار ہوں

اٹھا ہوں جوش میں بھرا کروں گا حشر میں سپا

سپاہی میرا نام ہے

وطن پہ مرنا کام ہے

فضائے خوشگوار ہوں

ترانہ ہزار ہوں

غریب کی پیکار ہوں

لئے ہوں تیغ بے نیام غدو سے لوں گا انتقام

سپاہی میرا نام ہے

وطن پہ مرنا کام ہے

میں سر سے باندھ سکھ کفن

دکھانے اپنا بانگین

پئے حفاظت وطن

کٹانے سر چلا ہوں میں نہ پوچھ مجھ سے کیا ہوں میں

سپاہی میرا نام ہے

وطن پہ مرنا کام ہے

فدائے قوم و ملک ہوں
صدائے قوم و ملک ہوں
ضیائے قوم و ملک ہوں
میں تیغ آبدار ہوں، وطن کا تاجدار ہوں،

سپاہی میرا نام ہے
وطن پہ مرنا کام ہے
جوان میرے حوصلے
جوان میرے دلوں
جہاں میں میرے تذکرے
چھڑے ہوئے ہیں، کوہِ کوہِ میں ہوں وطن کی آبرو

سپاہی میرا نام ہے
وطن پہ مرنا کام ہے
وطن کا آسرا ہوں میں
رقیب کی قضا ہوں میں
پیامِ صدمہ ہوں میں
میں نارِ شعلہ بار ہوں، عتابِ کردگار ہوں

سپاہی میرا نام ہے
وطن پہ مرنا کام ہے

اسلم لکھنوی

سپاہی کی دُھن

جناب آسی اُلدنی

رات گزری رات کی تاریکیاں رخصت ہوئیں
جو شجر سوتے تھے وہ انگڑائیاں لینے لگے
مسجدوں سے اٹھی پھر بانگِ مؤذن دفعتاً
دیوایاں گاتی ہوئی استننان کو آنے لگیں
طائرانِ خوشنواں نے کر دئے نغمے شروع
کھل کھلا اٹھے کنول کے پھول ردِ آب میں
بارہ نوشوں نے سرِ بستر جو لیں انگڑائیاں
لیس ہو ہو کر چلی پلٹن سوئے میدانِ جنگ
اٹھی گھبرا کر یکایک اک عروسِ نازنین
جس طرح اگر صبا پودے کو دیتی ہے لچک
شرگیں آنکھوں سے ڈالی پہلے شوہر پر نگاہ
اے تمناؤں کے حاصل اے محبت کی مراد
اٹھ مری گستاخیوں پر دے محبت کا جواب
تجِ خوں آشام دشمن چاہے زیبِ کمر

آسمان پر ہر طرٹ پھیلا سفید صبح کا
گوشے گوشے میں چین کے چل پڑی ٹھنڈی ہوا
مندروں سے آئی ناقوسِ برہن کی صدا
اور زاہد نے پڑھا اٹھ کر فریضہ صبح کا
شب کو جو سونا تھا پھر چلنے لگا وہ راستا
شاخِ پر سرست غنچوں نے اُڑایا تہہ ہوا
دیکھ کر پیر معنائے پھر نیا سا غر بھرا
صورِ محشر کی طرح اک دم بگل بجے لگا
اور بیتابانہ یوں بیدار شوہر کو کیسا
جس طرح اک پھول کو جھولا جھلاتی ہے ہوا
اور اسی کے ساتھ شہر ماتے بجاتے یہ کہا
میرا دل تجھ پر نثار اور میری جان تجھ پر نثار
اٹھ قبولیت کا دے میری مرادوں کو صلا
فوج کے جانے کا دن ہے کوچ کا وقت لگیا

جا خدا کا قبر بن کر دشمنوں پر ٹوٹ پڑ
جا کہ تھی بندوق تیری اس گھڑی کی منتظر
میں پرستار وفا ہوں میں ہوں تیری خادمہ
میں نے تیرے حکم سے اکدن بھی سرتابی نہ کی
میں نے کچھ مانگا نہیں اپنی وفاؤں کا بدل
مجھ میں تیرے بھری طاقت نہیں ہے زینہار
میں سمجھتی ہوں کہ دیلاں ہے یہ گھر تیرے بغیر
ملک پر کرتی ہوں لیکن میں محبت کو نثار

یا مٹا دے صفحہ ہستی سے دشمن کا وجود
یا وہیں پر جان دیدے اور کبھی واپس نہ آ

اسی آدنی

ہٹلے نے جہاں میں آگے جب سے کھولی
داغوں کے جلائے گزرانہ میں چلا غ
بولی نہ کسی کے ساتھ میٹھی بولی
تو خون سے انسانوں کے کھیلی بولی

اسی



آسی الدنی





افسر میڈرٹوی
(خام صفحہ ۱۳ پر)



زقار جنگ

پروفیسر سید اعجاز حسین - آکھاد یونیورسٹی

اہرمن مغرب سے اٹھا آگ برسا تا ہوا
ظلم کے بادل نے ساری فضا میں چھا گیا
سر میں سودا یہ کہ دنیا بھی جہنم کیوں نہ ہو
یہ تنا تھی کہ سر سے پاؤں پر ہر سر جھکے
اپنے ہمسایہ ہمالک کو کچلتا روندتا
دفعاً ٹھکرا گیا اکٹ آہنی دیوار سے
گوشت گوشت جس کا ہے تلیم گاہ انقلاب
جس نے سمجھا آدمی کو آدمی اس دور میں
اب عروس زندگی ہے جسدہ آرا جس جگہ
شاعر مشرق نے نسرا مایا تھا جس کو بڑا
اہرمن بھی جس کی تابانی سے خیرہ ہو گیا
لقمہ تر جس کو سمجھا تھا وہ تھا سنگ گراں
جس کو سمجھا خاک کا تودہ وہ نکلا آسمان
زعم باطل کا نشہ کعبہ بنت ایسا چھا گیا
جس طرح برسات میں دریا بڑھے وہ بھی بڑھا
پھر تو بھرا چوٹ کھا کر شیر غصہ میں بھرا

عظمت یزداں پہ ہنستا، آنکھ دکھلاتا ہوا
لوگ سمجھے لوح کا طوٹاں یکا یک آگیا
موردِ جور و جفا ابدلِ آدم کیوں نہ ہو
اس جہان بیکراں میں میرا ہی سکتہ چلتے
نشہ فرعونیت میں جھوٹا آگے بڑھا
روس، یعنی آفریش کے نئے شہ کار سے
جس جگہ انگڑائیاں لیتا ہے دنیا کا شباب
زندگی انسانیت نے پائی جس کے طور میں
حسن مستقبل کا ممکن ہے نظارہ جس جگہ
”آفتاب تازہ پیدا بطن گیتی سے ہوا“
عرشہ بر اندام ہے، جوش جنوں اب کھو گیا
ریت کا دھوکا تھا جس پر تھا وہ مجھے کراں
جاننا تھا صید جس کو تھا وہ مرگ ناگہاں
فوج ٹیڈی دل نے چنگیز ثانی آگیا
بے گناہوں کے ہوسے بھر گیا ہر اک گھڑا
قوتِ محبت وطن سے سر بسر آراستا

اکٹ نظام نوکی قوت اور دنیا کا خیال
 جوش کا سیلاب اُٹا ہر درد دیوار سے
 گھر سے بچے سرفروشی کے لئے سب مردوں
 آدمی تو آدمی آیا مشینوں کو بھی جوش
 نعرہ مردانہ ہر طیارہ کی آواز تھی
 لاریاں بھری ہوئیں دشمن کی جانب یوں بڑھیں
 روسیوں کے پائے استقلال تھے گویا پہاڑ
 بن گئیں توپوں کی آوازیں پیام زندگی
 وہ دلیری وہ کمال جس پر اہل روس کا
 ہر زمانے میں ملی داد شجاعت جنگ کو
 جذبہ حب وطن کو مل گئی داد و ثنا
 اس نے دنیا کو بتایا کس طرح بچتا ہے گھر
 کشتی ہمت کہاں بحرِ مظالم سے رُکی
 دین و ایمان جس کا ہو آزادی و حب وطن
 جذبہ شوق شہادت اور تنائے ظفر

بن گئے حربے نئی طاقت ملی اک لا زوال
 بچہ بچہ روس کا لڑنے لگا خونخوار سے
 ہاتھ میں تیغ ظفر اور دوش پر رکھے کفن
 گاڑیاں فولاد کی جیسے ہو طوفانِ خروش
 اور صدابندوق کی گویا پردہ پر داز تھی
 ندیاں برسات کی گویا دیہاتوں پر چڑھیں
 جرأت مردانہ ان کی تھی حریفوں کا بگاڑ
 اور مقتل کی زمین گویا مقام زندگی
 موسم گرما ہو چاہے ہو مہینہ بوس کا
 رُوس ہے اب اسمِ اعظم عالمِ نیرنگ کو
 روح آزادی تھی آورہ یہ مرکز مل گیا
 پہلے خوں پانی کو تب معرکہ ہوتا ہے سر
 پار بڑھا ہو گیا طوفان تھا گویا دل لگی
 جیل خانے اور مقتل اس کے حق میں ہیں جہن
 دیتے ہیں اقوام کو اکثر حیات تازہ تر

رتم و سہراب کرتے ہیں جوان و پیر کو
 اکٹ حیات جاوداں دیتے ہیں سودا و بیکو

اعجاز

بانگ عافیت

— پر دنیس خاں اللہ افسر میرٹھی —

امن کے مشرق سے پھر ظاہر سحر ہونے کو ہے
آفتاب عافیت پھر جلوہ گر ہونے کو ہے
صحن عالم میں بہ صد شان و بہ صد جاہ و جلال
پھر نمایاں رائت فتح و فخر ہونے کو ہے
قصر ظلم و جور ہے مسمار ہونے کو ہے
امن کا گہوارہ ہر دیوار در ہونے کو ہے
عہد گل آنے کو ہے پھولوں کی بارش کیلئے
ختم دوبرق و بارود و شر ہونے کو ہے
خاک میں ملنے کو ہے ہٹلے سے سرکش کا غرور
ختم ساری نازیت کی کرد و فر ہونے کو ہے
اپنے پنچوں میں دبائے ہے اسے شاہین بوس
مرغ المانیہ بے مال و پر ہونے کو ہے

مٹ چکے فاسٹ نازی ہونیوالے ہیں تباہ
 پاک ظلم و جور سے ہر بحر و بر ہونے کو ہے
 اب کھلے گاساتھیوں کا پرچم باد مراد
 نازیت کا قصر اب زیر و زبر ہونے کو ہے
 زیست کی لذت سے ہوگی آشنا نوع بشر
 یعنی ہر اک تلخ، اب شہد و شکر ہونے کو ہے
 جلوہ گر ہونے کو ہے صبح بہار آشتی
 ظلم سے آزاد کل نوع بشر ہونے کو ہے

افسر میرٹھی



یورپ کے ساتھ ایشیا کاٹنخ ہے جس سمت بھی ہے جور و جفا کاٹنخ ہے
 دنیائے تمدن کو کیا خون سے تر انسان کے لباس میں قضا کاٹنخ ہے

دل شاہجہانپوری



مژدہ آن

جناب فقر و غنا

ظلم و ستم کا جس دم ہوگا جہاں میں ماتم
منظلو میوں کی پیسم پائے گا داد عالم
”آتا ہے وہ زمانہ“

کاغذ کی ناؤ دالم رہتی نہیں ہے شام
ظالم کے سب عزائم ہو جائیں گے جہائم
”آتا ہے وہ زمانہ“

جب انتقام قدرت تہر خدا کی صورت
ڈھائے گا در حقیقت ظالم کے سرقیات
”آتا ہے وہ زمانہ“

بیٹھے بٹھائے جس نے سوتے جگائے تفتن
طاقت کی اُسکے دعوے ہوں گے دروغ سارے
”آتا ہے وہ زمانہ“

ظالم کی حکمرانی ہست ہوا ہے پانی

کب تک یہ ن ترانی آخر ہے منہ کی کھانی
”آتا ہے وہ زمانہ“

ظلم و ستم کے بانی ظلم و ستم ہیں مسانی
یہ تیسری کامرانی ہو جائے گی کھسانی
”آتا ہے وہ زمانہ“

پیش نظر بہت سے ہیں ظالموں کے قصے
جب مثل اُن کے تیرے ہوں گے فتا ارادے
”آتا ہے وہ زمانہ“

ظالم کا کارخانہ ہے موت کا بہ خانہ
اس وقت کا ترانہ بن جائے گا فسانہ
”آتا ہے وہ زمانہ“

امن و اماں مٹا کر رسوا ہوئے جو افتقر
اُن کو بحال ابتر دیکھے گی خصلت یکسر
”آتا ہے وہ زمانہ“

افتقر بولی

آزادی کا دیوتا

جناب امین سلوئی

کل جو دو شخصوں میں کچھ ذکر آگیا جاپان کا
اس نے برہم میں دکھائے ہیں مظالم اس قدر
چونکہ وحشی ہے انہیں ہے مطلق اسکے دل میں رحم
ایسے ایسے گرم فقرے جو کئے اس نے شروع
کیونکہ سر پر اس کے آزادی کا اک جن تھا سوار
دہنسی اس کی تھی کہ جس ہنسی کو زہر خند
بولا ظالم آپ نے کیونکر کہا جاپان کو
جو کہے ہیں اس نے مفتوحہ مملکت سلوک
مملکت میں اس کی امن و دولت و آرام ہے
پہل جو باندھے اس نے یہ جاپان کی تعریف کے
اور کہا صاحب گریباں میں ذرا منہ ڈالے
خیر سے مجھ کو پڑھے لکھے نظر آتے ہیں آپ

ایک یہ بولا کہ وہ ظالم ہے غارتگر بڑا
کہنے والے آج کہتے ہیں جنہیں حشر حفا
اور نہ اس کو رحم کرنے کا ہے کوئی حوصلا
سُن کے ان فقیروں کو فوراً ہنس دیا وہ دوسرا
تعاہدہ حامی دل سے ہر ہنگامہ موجود کا
اس میں نجلت بھی تھی کینہ بھی تھا اور غصہ بھی تھا
ظلم تو کیا شے ہے آزادی کا ہے وہ دیوتا
کہ نہیں سکتا زباں سے کوئی اس کا شکریا
خود بڑا ہے اصل میں اس کو جو کہتا ہے بُرا
سننے والے کو یہ سُن کر سخت غصہ آگیا
ہے وہ سب پیش نظر گذرا ہے جو جو ماجرا
بک رہے ہیں پھر یہ کیا ہذیان و مایخولیا

آج جاوا اور ملایا اس کے ہیں زیرنگیں
 اور فلپین اس کے قبضے میں ہے از سرتابہ پا
 کیوں نہیں کرتا انہیں آزاد آخر کیا سبب
 اس کی انسانی حیت کو وہاں کیا ہو گیا
 فوج نے اس کی کیا برباد پورا ناکنگت
 لاکھوں کا کاٹا گلا لاکھوں کو بے عزت کیا
 سیکڑوں مندر ہوئے برباد اس کے ہاتھ سے
 مسجدوں کو جا بجا ویران اس نے کر دیا

اس پر آزادی کی یہ گپ کس قدر ہے لاشیں
 پھر ذرا فرمائیے گا مرجباصد مرجبا

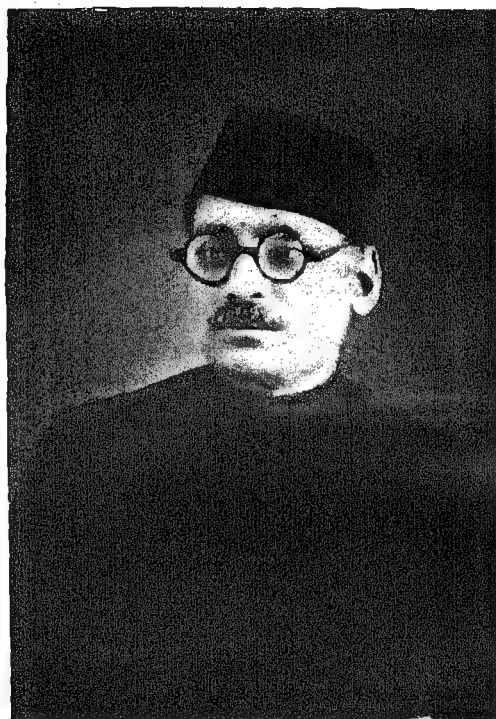
امین سلوٹوی



دشمن جو ادھر ادھر نظر آتا ہے
 برطانیہ کے خوف سے تھراتا ہے
 سنتے ہیں کہ ہروادی افریقہ میں
 اک شیر ڈکارتا چلا جاتا ہے

دل شاہجہانپوری





اسمیں سلوٹوی



بدر غازي پوري

سیاہ ہند

جناب بدر غازی پوری

اٹھا ہے ایک ابرسا غبار سا بلند ہے
کوئی سوار ٹینک پر کوئی سر سمند ہے
کوئی جری کوئی قوی تو کوئی حق پسند ہے
وہ دبدبہ وہ جوش ہے کہ دم عدو کا بند ہے
یہ فوج فتح مند ہے یہ فوج فتح مند ہے
مجال جرمی کی کیسا کہ وہ مقابلہ کرے
کہ اسکے سامنے ہے موت پھر بھلا وہ کیا کرے
یہ ہند کا جوان ہے جو قصد فتح کا کرے
نگہ کرے تو غیظ سے یہ غیہ کو فنا کرے
یہ فوج فتح مند ہے یہ فوج فتح مند ہے
یہ ملک کی رفیق ہے وطن کی جان نثار ہے
اسی سے سب ہے آرزو اسی سے سب بھلا ہے

اسی سے اعتبار ہے اسی سے افتخار ہے
اسی سے تیغ خوفشاں جہاں میں شعلہ بار ہے
یہ فوج فتمند ہے یہ فوج فتمند ہے

یہ دشمنوں کی آرزو کو خون میں سلاتی ہے
یہ ملک اور قوم کی اب آبرو بچاتی ہے
یہ جو ہر آج بھیم کے زمانہ میں دکھاتی ہے
یہ کروڑوں غزنوی نظر کے آگے لاتی ہے
یہ فوج فتمند ہے یہ فوج فتمند ہے

طفر جلو میں اس کے ہے بلند اس کا نام ہے
اسی کے زیر اقدار البیا اور شام ہے
جہاں کا غم یہ کرے وہ ملک پھر تمام ہے
مقابلہ کرے کوئی یہ آرزوے خام ہے
یہ فوج فتمند ہے یہ فوج فتمند ہے

بدر غازی پوری

نغمہ بیکداری

مترنہ آمنہ برجیس

ہشیار ہواے ارباب وطن بیدار ہواے ارباب وطن

ظلمت کا گریباں چاک ہے پیر

دامان سحر مناک ہے پیر

اب شعلہ نفس ادراک ہے پیر

ہشیار ہواے ارباب وطن بیدار ہواے ارباب وطن

وہ بزم نشاط درقص — نہیں

بے نور ہوئے ماہ و پرویں

تاریک ہوئی زہرہ کی جبیں

ہشیار ہواے ارباب وطن بیدار ہواے ارباب وطن

اب جام و سبو کا ہوش کہاں

دل میں وہ مئے سر جو ش کہاں

ساقی وہ کہاں مے نوش کہاں

ہشیار ہواے ارباب وطن بیدار ہواے ارباب وطن

یہ ابر ہے یا آہوں کا دھواں

یہ برق ہے یا شمشیر رواں

برہم ہے فضا کے کون کہاں

ہشیار ہواے ارباب وطن بیدار ہواے ارباب وطن

دیکھو یہ پسن برباد نہ ہو
 پامال غم بیدا نہ ہو
 بھر چرخِ ستم ایجاد نہ ہو
 ہشیار ہواے ارباب وطن بیدار ہواے ارباب وطن

یہ جنگ کی خونیں تدبیریں
 یہ جبر و ہوس کی تعزیریں
 ڈوبی ہیں لہو میں شمشیریں
 ہشیار ہواے ارباب وطن بیدار ہواے ارباب وطن

جسپان کی وحشی فوجوں سے
 تاراج خزان گلزار ہوئے
 سوئے ہوئے فتنے پھر جا گئے
 ہشیار ہواے ارباب وطن بیدار ہواے ارباب وطن

سازش ہے یہ نازی جرمن کی
 تہذیب کے خونی دشمن کی
 ٹٹتی ہیں بہاریں مکشمن کی
 ہشیار ہواے ارباب وطن بیدار ہواے ارباب وطن

لیکن یہ زمانہ بدلے گا
 اک دن یہ نسانہ بدلے گا
 خون ریز ترانہ بدلے گا
 ہشیار ہواے ارباب وطن بیدار ہواے ارباب وطن

آمنہ برجیس



آملہ بر جیس



پهزان لکھنوي

جھلکیاں

جناب بہتر اور کھنڈی

پھر نہالِ زندگانی بارور ہونے کو ہے
صبرِ قلب مضطرب عیدِ سحر ہونے کو ہے
پھر حیاتِ برتری زیرِ دبر ہونے لگی
جور کی پہنائیوں میں بھی سحر ہونے لگی

گوشِ بر آواز ہے سارا جہانِ مضطرب
قربِ منزل آہی پہونچا کاروانِ مضطرب
داستانِ لمبی تھی لیکن مختصر ہونے لگی
اب تو ذروں کی چمک بھی راہِ بر ہونے لگی

آخرش ہر سمت فلِ سحر ہو چلا ردِ عمل
کرکِ شبِ تاب نے چمکائے نشتِ چل
اب نوائے بے اثر بھی با اثر ہونے لگی
صبح کے پہلے نمایاں اک سحر ہونے لگی

جو فناں سننے کے عادی تھے فناں کرنے لگے
رنگِ کیرنگی گیا اب اس دآں کرنے لگے
انکی دنیا خود ہی اُن پر نوہ گر ہونے لگی
اب انھیں اپنے نتیجے کی خبر ہونے لگی

جسکی طالب تھی نظروہ آشکارا ہو چلی
چار جانب چار سو عید نظارہ ہو چلی
ایک شے جلوہ بہ جلوہ گر ہونے لگی
گم حقیقت میں دو عالم کی نظر ہونے لگی

اللہ اللہ تیغ ہندی کی وہ ضرب کارگر
فتح اپنی، جیت اپنی، اپنے ہیں یہ بحر و بر
غیر کی شیرازہ بندی منتشر ہونے لگی
اس کی اسے بہر آد دنیا کو خبر ہونے لگی

بہزاد کھنوی

اتقام قدرت

دنیا کے جو ہیں خون بہانے والے
دنیا کی بھی سن لیں وہ صدارتے افقر
اور خون میں دنیا کے نہانے والے
مٹنے کو ہیں دنیا کے مٹانے والے

افقر موہانی

قسمت کی پیشین گوئی

جناب تہار گوارگو

کہہ رہا ہے بے محابا انفتلاب روزگار
ہٹلریت آپھنسی ہے موت کے گرداب میں
اک طرف روسی مجاہد۔ اک طرف چینی جواں
اپنے منہ سے کہہ رہی ہے صاف ٹلی کی شکست
غرق بیڑا ہو گیا ڈوچے کا بحرِ روم میں
صبح طالع ہو گئی آزادی اقوام کی
ناروے، بلجیم، بلقان اور پولینڈ و فرانس
بڑھ رہی ہے اتحادی فوج برلن کی طرف

پشت پر فیسنرم کی ہوتا ہے اب قسمت کا وار
موت کا گرداب ہے اور راہ ہستی تنگ و تنار
چار جانب اتحادی طاقتیں ہیں شمشلہ بار
نازیہیت کے واسطے طوق لگو ہے میری باز
ارض یورپ پر ہے ہٹلر خاک بر سرِ دلفگار
بن گیا فیسنرم کار و ماکی گلیوں میں مزار
ہور رہا ہے ہر طرف نازی درندوں کا شکار
واقعی خطرے میں ہے اب آمریت کا وقار

ہیں تمہاری جراتوں سے دنگ اہل روزگار
بن گئی ان کے گلے میں دائمی ذلت کا ہار

ہند کے جانبا ز شیر و مہربا صد مہربا
تم نے افریقہ میں دی تھی دشمنوں کو شکست

کانپتا ہے زلزلوں کی زد میں ابناشی نظام
 صورت محشر بننے والی ہے عسلا می کی پکار
 حریت کی روح سے جو زندگی محسوس ہو
 دو ستواں زندگی سے موت بہتر لاکھ بار
 ظلم اور انصاف کی ٹکڑے یہ خونریز جنگ
 نظم عالم کا ہے اب اس کے نتائج پر دار
 لیکن آتی ہے صدایہ کان میں تفتیر کی
 ظلم کی بنیاد عالم میں نہیں ہے استوار

نازیوں کا ناز بجا اب ابھر سکتا نہیں
 روبرو حق کے کبھی باطل ٹھہر سکتا نہیں

بھارگو



تعلیم مسیحی کا اثر کچھ بھی نہیں
 انجیل کے درس کی خبر کچھ بھی نہیں
 ”رُخ دوسرا کر ایک طمانچہ کھا کر“
 سب کچھ یہ ہدایت ہے مگر کچھ بھی نہیں
 دل شاہجہانپوری



ہٹلر سے

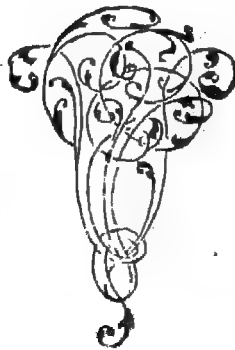
جناب بیدل مراد آبادی

ہٹلر! خونیں درندے! اسے جسم سرکشی
تو ہے پتلا کبر و نخوت کا، ستم کا جور کا۔
منحصر ہے ایک یورپ ہی پہ کیا اے بدنام
نوع انسانی کی جان و مال کا دشمن ہے تو
تو نے دنیا کو اسیر رنج و آفت کر دیا
تیرا ساغر کیا ہے اک پیغام ظلم و قہر ہے
تیرا منشا ہے حکومت تیرا منشا سامراج
خون ہے وامن پہ تیرے بیگنہ اقوام کا
دیکھ اٹلی کی تباہی۔ جو تھا تیرا ہمنوا
جنگ کے میدان سے سر بہ نہ ہوگا تو کبھی
نام تازہ تجھ سے ہے چنگیز خانی دور کا
تیرے ظلم و جور سے سارا جہاں ہے پر فساد
امن عالم کے لیٹرے واقعی رہن ہے تو
یورپی تہذیب کو دم بھر میں غارت کر دیا
دیکھنے میں خوشنماپینے میں خالص زہر ہے
امن دنیا کا مخالف اور حر و خنث و تاج
وقت اب نزدیک ہے ظالم ترے انجام کا
درس عبرت ہے تیرے واسطے اوبھیجا

کوئی دن میں تو بھی ظالم منہ کی کھانگاہو
 دشمن انسانیت نازی، نہ کراتناغور
 کر رہا ہے قتل و خوں کا کس لئے اب بنو
 مثل اٹلی کے بہت نزدیک تیری شکست
 آئو الا ہے بہت جلد اب وہ غوثی افلا
 نازیت کو تیری جو کر دیگا تاراج و خراب
 بڑھ رہے ہیں تان کر سینہ ہمارے سرفروش
 جس طرح ساحل سے ابلے ایک سیل پھروش
 دشمن امن و اماں او ظالم بدعت شعار
 پس ڈالے گا تجھے آخر نظام روزگار

ہلرت اب جہاں میں پھول پھل سکتی نہیں
 ناؤ کاغذ کی کبھی پانی میں چل سکتی نہیں

بیدل مراد آبادی





مسعود اختر جمال
(نظام صفحہ - ۳ پر)

عطیہ

رام بابو سکسینہ



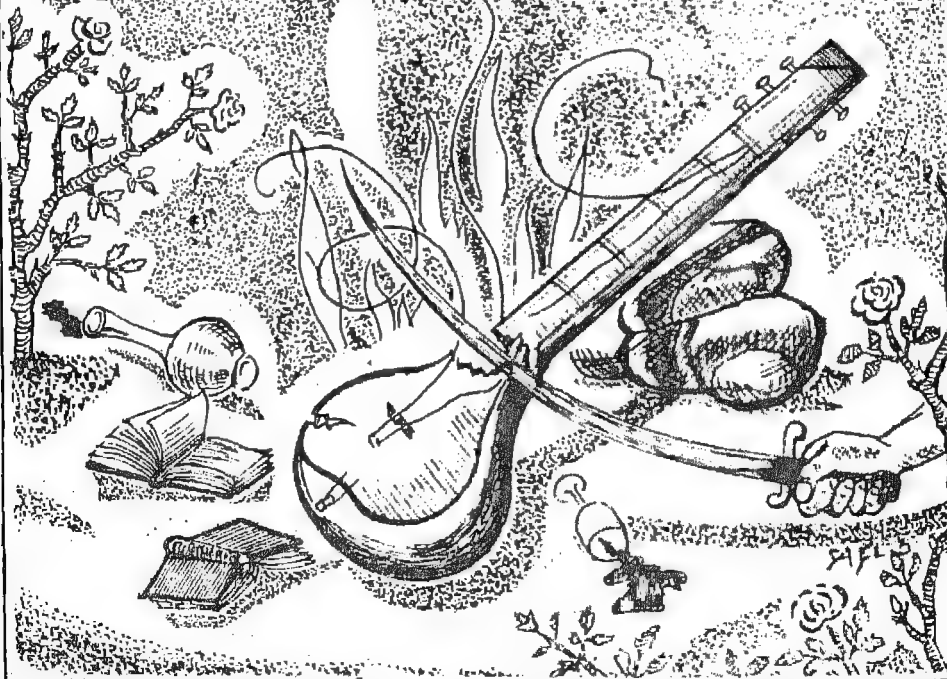
جگر مراد آبادي



نیکساز

دلِ مُطربِ سمجھ سکے شاید اکِ شکستہ رباب کا عالم

بگر مراد آبادی



احساسِ کامراں

”رُوس کی شاندار مدافعت سے متاثر ہو کر.....“

جنابِ جمال

مجھے مسافر شب سوچ کیا ہے فکر ہے کیا
فریبِ راہ سے گم کیوں نشانِ منزل ہو
ہزار موت کے طوفان اٹھا کریں..... لیکن
غمِ حیات سے کیوں چور موجِ ساحل..... ہو
مجھے یقین نہیں آتا کہ تیرے ہوتے ہوئے
حدیثِ ظلم و ہوسِ زندگی کا حاصل ہو
اگرچہ رات ہے تاریک، ہولناک فضا
پراس کے خوف سے کیوں زرد شمع محفل ہو
بہارِ شوق سے شاداب ہے چمن تیسرا
خزاں کے آنے سے مایوس کیوں ترا دل ہو
نقوشِ تیرے زمانہ مٹا نہیں سکتا
یہ ارتقائے تمدن بھلا نہیں سکتا

یہ بات اور ہے انسانیت کی محفل میں
 بہیمیت کے خدا کا ہے اقتدار ابھی
 فضاے ہوش پہ طاری ہے قومیت کافسوں
 خزاں کے روپ میں ہے موسم بہارا ابھی
 یہ نازیت ہو کہ فسطائیت بہر صورت
 فریب شوق دے جائیں گے ہزار ابھی
 ابھی ہے نادر و چنگیز کا اثر باقی
 اُنھیں گے اور بھی طوفانِ روزگار ابھی
 جواں ہے آج بھی ذوقِ سکندر و تیمور
 وہی ہے حوصلہ شانِ کردگار ابھی
 مٹائے کیسے کوئی ظلم و جور کی رسمیں
 کہ ظالموں پہ ہے دنیا کو اعتبار ابھی
 وہی ہے محفلِ عقل و خرد میں بے ربطی
 وہی ہے بزمِ تمنا میں انتشار ابھی
 مگر حیات کا ضامن شباب ہوگا ضرور
 حریفِ ظلمت شبِ آفتاب ہوگا ضرور

جمال

جگہ نگین

سپاہی کی دُہن کا خواب

(محترمہ کینز فاطمہ حیا)

یہ بلبل آگہ یہ لٹا کہ پیہامِ جدائی ہے
ابھی تو رات کے تار و نیس ہے تابندگی باقی
ابھی تو گیسو پہ پچاں میں ہے انشاں کا ہر ذرہ
خالی ہاتھ اور یہ عطر میں ڈوبے ہوئے کپڑے
ابھی تو ملکدوں پر پڑ رہی ہے ہر طرف شبنم
ابھی جنبش نہیں رنگین غنچوں کی قبائِل میں
ہے ساٹھا ابھی وادی و صحرا و شبستاں میں
ابھی شوریدہ سر دنیا کی شہ رگ میں نہیں کس بل
ابھی تو بسجھدیں شلِ منج موجیں بھی دریا کی
عروسِ جملہ کی شمعیں ابھی سے جھللاتی ہیں
خوشی کی نبض ساکت اب ہر اک ساعت پہ ہوتی ہے
مرے جذبات کی دنیا سٹ کر لب پڑی ہے
ابھی تو سچ کے پھولوں میں بھی ہے تازگی باقی
ابھی ان بد بھری آنکھوں کا کابل بھی نہیں چھوٹا
ابھی خوشبو کی لپٹیں آ رہی ہیں ہر رُخِ مونس سے
عروسِ شب کی کالی کالی زلفیں میں ابھی پُرم
ابھی خنکی نہیں آئی گلستاں کی ہواؤں میں
نہیں سسکی نسیم صبح گلزار و سیا باں میں
نصنا پر ہے منسلط بھیگنا بھیگنا رات کا آ پخل
مجسم اک سکوت و خامشی ساحل بھی بسزہ بھی
مری نظروں سے اپنی دُکھ بھری نظریں ملاتی ہیں
سرٹ میرے غم سے اُن اگلے ل ل کے روتی ہے

مرے پر آرزو سینہ میں یارب کیسی بچل ہے
پیام یاس و حسرت دے رہی ہے دل کی ہر دھڑکن
گلوئے شوق میں بانہوں کے بدلے غم کی ہیکل ہے
ہمارے آنے سے پہلے کیا اُچڑ جائے گا یہ گلشن

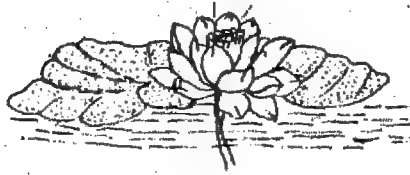
پلک جھپکاتے ہی دنیا نئی کر وٹ بدلتی ہے
خدا یا یہ حقیقت ہے کہ ہے اک خواب کی دنیا
نیا چولا۔ نئی ج دھج دیا گھونگٹ اُلٹی ہے
تصویر کا مرے مرکز، مرے تخیل کی دنیا
نظر آئی مجھے اک انجم و ہفتاب کی دنیا
مرے ارمانوں کا بانی، سکون و ہوش کا بہن
وہی غارت گر تمکیں، وہی تشکیل کی دنیا
کہو سچ کیا کبھی تم کو بھی میری یاد آتی ہے؟
ملا ہے آج قسمت سے نہ چھوڑو گی کبھی دامن
تصویر کے جلو میں چھپ کے تم کو بھی ستاتی ہے؟
مرے ان آنسوؤں کا میری خونبار التجاؤں کا؟
جلا دیتی ہے برق، بحر میری روح کا خم
بتاؤ کچھ اثر ہوتا بھی ہے میری دعاؤں کا
پھپھالوں گی میں اپنے دل کے پردے میں نہ گھبراؤ
وہ راتیں چھوٹتا ہے جب قرار و صبر کا دامن
بس آؤ، اب تو دنیا کی نظر سے چھپ کے آجاؤ

میری پیاری تو ان خونبار اشکوں سے نہ کر شکوا
مرے ہر خون کے قطرے میں اک تصویر ہے تیری
تزلزل میرے قدموں میں نہ ہو جائے کہیں پریدا
تصویر میں، نظم و سیر میں، سینے میں، تخیل میں تیری
ہے وقف یاد میری روح، میری جاں، مراقبہ
سنائی دے رہی ہے مجھ کو تیرے دل کی ہر دھڑکن

قسم ہے تیری ان الفت بھری پچی دعاؤں کی قسم ان آنسوؤں کی اور خونیں التجاؤں کی
 تصور تیرا رحمت کا فرشتہ بن کے آتا ہے میرے ان بازوؤں کو اکٹھی ہمت دلاتا ہے
 دعاؤں کا یہ لشکر جنگ کے میدان میں جاتا ہے وطن کے دشمنوں کے خون سے ہولی مناتا ہے
 مری پیاری دہن میں آکے پھر تجھ کو سجاؤں گا عروسی جھلہ کی شمعیں نئے سر سے جلاؤں گا
 تیرے لبوں کو الفت کی خوشبو میں بساؤں گا تیرے دستِ حسین کو دل کی سرخی سے رچاؤں گا
 نہ ہوا ندو گھیں تیری دعا سے لوٹ آؤں گا گلوے شوق میں پھر ہمارا الفت کے پہاؤں گا
 خدا کی حمد کے ہم تم ترانے مل کے گائیں گے فسانے پھر ہر اکث کو فتح و نصرت کے سنا لینگے

منظر درہم و برہم ہوئے رویا کی محفل کے
 نظر آنے لگے تنہائی میں اُمید کے جلوے

جیا گھنری





حېيا اكهاردی



خمار بارکبانکوی

ہندی سپاہیوں سے

جناب خمار بارہ بکوی

آفس میں صد آفس ہیں اے ہندیان جنگجو
تم نے کھلی مادر ہندوستان کی ابرو
اس اداؤ ناز سے اس باکپن سے تم لڑے
دوست کیا دشمن بھی جینے کی دعا دینے لگے
یوں وہاکی موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈاکے
بچ گئے ڈنکے تھماے غرم واسطال کے
جنگ کے مشکل مراحل تم نے آساں کر دئے
راحت و آسائش عالم کے سامان کر دئے
خشک ہونٹوں پر مہنی آنکھوں میں لالی آگئی
امن کے پڑ مردہ چہرے پر بحالی آگئی
مشکلوں کو روندتے خطروں کو ٹھکراتے ہوئے
ہاں یوں ہی آگے بڑھے جاؤ غضب ٹھہرتے ہوئے

نازیوں کا ناز خونریزی مٹا دو تو سہی
 جرمنی میں خون کے دریا بہا دو تو سہی
 دہر کو ان دوزخوں سے پاک کر دو تو سہی
 روم و بطن کو جلا کر خاک کر دو تو سہی
 ہند کو لوٹوانے فتح کے گاتے ہوئے
 پرچم امن و اماں کا ندھے پہ لہاتے ہوئے

خمار بارہ بکوی

جرات سے جدھر قدم بڑھا دیتے ہیں دل اپنے حریف کے ہلا دیتے ہیں
 ہندی بوسپاہ میں ہیں بندوق کے ساتھ سنگینوں کے جوہر بھی دکھا دیتے ہیں

دل شاہجہا پوری

ہمارا عزم

حضرت دل شاہ جہاں پوری

سنگینوں کے ہم جو ہر دشمن کو دکھا دیں گے
ہم فاتح سسلی ہیں ہم عازم روم ہیں
برائے ملایات تک رنگوں سے جاوا تک
ہندی دم آخر تک جنگ حق و باطل میں
جرات یہ ہماری ہے ہمت یہ ہماری ہے
مفروز ہوا آخر گھبرا کے مسوینی
یہ قصد ہمارا ہے کچھ اور پڑھیں آگے
انساں کے لباسوں میں دراصل یہ جوشی ہیں
ہم امن کے طالب ہیں ہم جبر کے دشمن ہیں
روسی وہ دلاور ہیں شمشیر کے پانی سے
باطل کے مخالف ہیں ہر حال میں امرکین
برٹش کی رعایا ہیں فطرت ہے وفاداری

اس جنگ میں برٹش کو ہوج و فخر حاصل

اے دل جو دعا گو ہیں پیسہ یہ دعا دیں گے

دل شاہ جہاں پوری

رباعیات

دنیا میں یہ جو رو ظلم ڈھانا کب تک؟ تہذیب ادب کا خوں بہانا کب تک؟
اے محوریو! قہر الہی سے ڈرو اخلاق کے جوہر کو مٹانا کب تک؟

تقدیر یہ انجام جتا آئی ہے جاپانیوں کے سر پہ قضا آئی ہے
شہیروں کے مقابل ہیں تعجب کا مقام پر نکلے ہیں چوٹی کی قضا آئی ہے

مقصود ہے زمانہ میں جہاں انسانی کا دامن پہ ہے رنگ خوں انسانی کا
تاریخ جدید پر رہے گا قاسم مٹنے کا نہیں داغ یہ پیشانی کا

خونریزاں اللہ کو منظور نہیں مختار کسی امر میں مجبور نہیں
جو حق پہ ہیں وہ فتح و ظفر پائیں گے منزل یہ قریب تر ہے کچھ دور نہیں

دل شاہجہانپوری



دل شاہجہانپوری



آل رضا الكهنوي



نازی فسطائی

بجانب رستا کھنوی

نازیوں کا وہ تمرد کیا ہوا
کیا ہوا وہ ہمہ سہ وہ طغنا
تھے اٹھے دنیا پہ چھانے کیلئے
لاکھ کوشش کی مگر کھل ہی گیا
ختم دور لن ترانی ہو گیا
تھامل میں ان کے کچھ ایسا تھامل
اتحادی قوتیں یوں مل گئیں
نازیت کو جھوٹ پر اپنے تھا ناز
پر وہاں لگ گئے تھے جھوٹ کے
نازیوں کا تھا یہ دنیا سے خطاب
ہم نہیں رکھنے کے سترنگی یہ ہے
اصلیت پر اپنی حباؤ نازیو
کر کے کمزوروں پر اپنے دانت تیز
روس پر حملے کے چرچے تھے بڑے

خون اگلے ہیں جواب چوسا ہوا
کیا بنانے جا رہے تھے کیا بنا
یا کہ خود دنیا سے جانے کیلئے؟
نازیت ہے نام استبداد کا
سر سے اونچا حبلہ پانی ہو گیا
کار فرما ہو گیا رد عمل
محوری ٹولی کی چولیں ہل گئیں
اس پہ یہ دعویٰ کہ یہ ہے سی دلاڑ
کیا اڑاتے تھے لیٹرے لوٹ کے
شب ابابیل میں اور ہم ہیں عقاب
نازیت کا نعرہ جنگی یہ ہے
اس کو مارو اس کو کھساؤ نازیو
کہتے تھے ہم ہیں ہر برہہ ستغیر
رومیوں نے دانت کھٹے کر دیے

اب نہیں بڑھنے کے ٹوٹاڑ گئے
 اس کی چڑھ دوڑے جو ہو کر شکم
 آتش لینے کے دینے پڑ گئے
 نازیوں کو جیسے ہٹلر کا گیا
 سب ہٹلر کی بنے گی روس میں
 سر اٹھایا تھا، قیامت آگئی
 وہ گئی رول کی سب بازی گری
 ہاتھ سے اٹلی کے، افریقہ گیا
 آنکھ کھلتے ہی سویرا ہو گیا
 لڑہ براند ام، فسطائی نظام
 کیا اڑائیں گے خلیل اب فاختہ
 خواب بد مضمیٰ میں یہ دیکھ گیا
 چچ یہ نکلی اُسی کا بوسہ میں
 اور ادھر اٹلی پہ آفت آگئی
 اتحادی فکرنے کروٹ جولی
 تا قیامت انفر دوروزہ گیا
 خواب غفلت میں اندھیرا ہو گیا
 کرنے ہی والا ہے ہٹلر کو سلام
 شرک یا د آگیا بے ساختہ

"ابتداءً عشق ہے روتا ہے کیا؟
 آگے آگے دیکھتے ہوتا ہے کیا؟"

رضا گفنی

عصر نوا و جنگ

بہارِ جناب رئیس امر دہوی

اندھیری راتوں کی خاموشی میں مجھے یہ آواز آرہی ہے
 اُنھیں گے کبتکٹ سونے والے نئی سحر جگہ گارہی ہے
 اُفق پہ چھایا تھا جو اندھیرا وہ رفتہ رفتہ سمٹ رہا ہے
 نضا میں پھیلی تھی جو آداسی۔ وہ دمدم منہ چھپا رہی ہے
 یہ جنگ جس نے ہلا دیا ہے۔ نظام ہستی کے رنج و نگو
 یہی تو تعمیر فکری خاطر پُرانی بنیاد ڈھک لو رہی ہے
 جہاں کہنہ کو رونے والے جہاں کہنہ میں کیا دھرا ہے
 وہ دیکھ عصر حواں کی دہلن نقاب لُح سے اٹھا رہی ہے
 تنہا کی غوریز راگنی سے۔ ڈریں نہ ہرگز زماہنے والے
 اسی کی لے میں تو آج غفلت۔ حیات کے گیت گارہی ہے
 جہاں ہلاکت کے دیوانے کرٹک کے پھونکا ہے سوراہنا
 وہیں تو اس واماں کی دیوی۔ نئے ترانے سُنا رہی ہے
 زمین پہ تو ہیں گرج رہی ہیں کہ زندگی گنگنا رہی ہے
 نضا میں بباراڑ رہے ہیں نظام نو کا پیام لے کر

غریب و مہروے کوئی کہدے ہر اک قدم پر سیوچ کیسی
 تو اپنی منزل کو ڈھونڈھتا ہے وہ تیرے ہمراہ جا رہی ہے

یہ کس نے ہندوستان کے سر پر رکھا ہے سر دیکے تاجِ عظمت
 یہ کس کاغوں ہے کہ جسکی سرخی وطن کی رونق بڑھا رہی ہے
 وطن کا پہرا ہوا سپاہی۔ ہوا ہے میدان کی سمت راہی
 غنیمت نظریں چرا رہا ہے حیات انھیں بچھا رہی ہے
 ہمارے ہندوستان کی عظمت تمام دنیا پہ چھا رہی ہے
 تسم ہے ہندی سپاہیوں کی انھیں کی تلوار کی بدولت
 وطن کے شیروں کے کارنامے حبش کے ذرے سنا رہی ہیں
 سیاہ ہندی کی سرخ روشنی زمین تو نس بتا رہی ہے

وہ شام ہوا عراق و سلی کہیں نہ ہمت ہماری پھسل
ادھر ہیں زدِی ادھر ہیں جینی ہمیں ہے دونوں سے ہنسنی
مگر ابھی سے عدد کی طاقت بڑی طرح ڈنگا رہی ہے
انھیں کی سچی وطن پرستی ہماری ڈھارس بندھا رہی ہے
یہی وہ شے ہے جو ناشیت سے ہیں برابر لڑا رہی ہے

کبھی تو ہٹکر یہ دل میں سوچے کہاں ہے اُلی کدھر ہے ڈوچے

جو آج اُن پر گزر رہی ہے۔ وہی بلا مجھ پہ آ رہی ہے

گزر چکے چار سال پورے۔ یہ جنگ کا پانچواں برس ہے
وہ دقت آیا کہ ہم کو قدرت۔ ہمارے سخی دُعل کا پھل ہے
ابھی ہیں کچھ امتحان باقی۔ ابھی ہے دشمن میں جان باقی
کوئی یہ جا پانچوں سے کہدے کہ فتح مشرق کے خواب کجنگ
غلام تو ہیں کہ بار غم سے اٹھانہ سکتی تھیں اپنی گردن
غلام یورپ کو یہ مند ادو تری رہائی کا وقت آیا
یہ جنگ دو دہشت یہ قتل و غارت یہ فتنہ بھڑیہ خون و آتش
بنارہی ہے یہ ظلمتِ شب۔ کہ صبح نزدیک آ رہی ہے
وہ دقت آیا کہ کامیابی۔ نہمہرا پرچم اُڑا رہی ہے
قدم نہ پیچھے ہٹے کہ قسمت۔ ابھی ہیں آزار رہی ہے
کہ فتح مشرق ہے خواب باطل ہوس یہ خوابیں دکھا رہی ہے
انھیں کے قدموں پہ آج دنیا ادب سے سر کو جھکا رہی ہے
غریب مشرق کو یہ سنا دو کہ تیری باری بھی آ رہی ہے
انھیں کے پردوں میں زندگی کی شعاع نو جگہ گارہی ہے

رئیس اہل نظر سے کہدو۔ یہ جنگ تمہیدِ عصر نو ہے

جسے سمجھتے ہیں ہم جاہی وہی تو بگڑی بنا رہی ہے

رئیس ارمہ ہوی



اٹلی

جناب بشونا تم پر شاد سالک لکھنوی

فیسزم نے سب کچھ ہار دیا۔ ہسٹری کی امیدیں ٹوٹ گئیں
جرمن کی بھی شامت آئی ہے۔ اٹلی کی تو بنفیس چھوٹ گئیں
قسط نے سرسٹ کے نعرے ساپنے میں الم کے ڈھال ڈائے
سہر ڈال چکا تھا پہلے ہی۔ ہتھیار بھی آخر ڈال ڈائے
اس جنگ میں اہل اٹلی نے دو سال میں سب کچھ ہار دیا
ہسٹری نے مدد دینے کے عوض ان مرتے ہوؤں کو مار دیا
اٹلی کی امنگوں کا ڈورا۔ اک آن میں چپٹ سے ٹوٹ گیا
گھمسان کے کیا کیا دعوے تھے۔ میدان میں بھانڈا پھوٹ گیا
جو تیر ستم برساتا تھا وہ خود بے نشانہ تیروں کا
تقدیر نے بدلہ لے ہی لیا۔ اٹلی بے جش کے دیروں کا
یکس نے کہا اب دنیا میں انصاف کا سکہ چلتا ہے
تہذیب کی آن مکسلاؤں میں انصاف ستم میں ڈھلتا ہے
ڈبچے کی طرح عیار بھی ہیں۔ ہسٹری کی طرح خورزیہ ہیں
یورپ کی مہذب دنیا میں فرعون بھی ہیں چنگیز بھی ہیں

لیکن یہ حقیقت ہے کہ کبھی انصاف کا پنجہ مڑنے کا
 خونریز منظر عالم کا پرچم۔ دنیا میں ہمیشہ اڑنے کا
 ڈوبے کی تباہی کا قصہ۔ تقدیر کو پھر دوہراتا ہے
 پیش آیا ہے جو کچھ اٹلی کو۔ جرمن کو وہی پیش آنا ہے
 فیسزم ہو یا ہٹلر ٹھائی۔ دونوں کا نتیجہ یکساں ہے
 کل خاک میں مل جائے گا۔ یہ آج لہو میں غلطان ہے
 یورپ کی سیاسی مطلع پر نقنوں کے جو بادل چھائے ہیں
 آزادی اہل عالم کا پیغام یہ لے کر آئے ہیں
 توبہ ہو گئے کا کفارہ۔ سب خون کے دھبے دھل جائیں
 اسے کاش زوال اٹلی سے جاپان کی آنکھیں کھل جائیں
 ارباب عمل کے نعروں سے دنیا کا لہو گرا ہی گیا
 فیسٹ ممالک سے کہہ دو انصاف کا موقع آ ہی گیا
 عالم کے تن مروتہ میں رواں۔ احساس کی برقی رُو ہوگی
 اٹلی کی شکست کامل ہی تمہیں نظام نو ہوگی
 سالک لکھنوی

دعوتِ عمل

جناب سراج لکھنؤی

اٹھو اے ہندو! لو اس سرے اونچا ہو گیا پانی کہاں تک سرد آہیں اب کہاں تک ٹھک ٹھانی
قیامت کی ہے طغیانی جو موج اٹھتی ہے طوفانی بس اب دیکھی نہیں جاتی تیرے چہروں کی پریشانی
اٹھو! انگڑائی لے کر سوچ کے وقت عمل آیا

فلک سے کالے بادل چھٹ گئے سوخ کھل آیا

زمانے نے وہ کروٹ لی وہ دنیا کی ہو ابدی وہ بدلا جنگ کا نقشہ وہ رخ بدلا، فضا بدلی
مسوینی ہوا خاسوش ہٹلر کی نو ابدی پیشیاں ہو کے جنگی دیوتاؤں نے ادا بدلی

جمود اچھا نہیں تنکراؤ ٹھوہرہ پہ بل ڈالو

سروں کو دشمنوں کے پاؤں سے اپنے کچل ڈالو

یر کیا انصاف ہے خلقت خدا کی بسو کوں مرتی ہے مگر فطائیت کی بھینس نازی گائے جرتی ہے
ہزاروں بیگناہوں کے گھروں میں لگ گئی ہے خبر ہے غیر ملکی بھائیوں پر کیا گزرتی ہے

یہ کوئی بات بھی ہے ہند میں ہم مافیت سے ہیں

جو دنیا خیریت سے ہو تو ہم بھی خیریت سے ہیں

ہوئی ہے یہ بلائے محوری جس ملک پر نازل نہ خشکی ہی رہی خشکی نہ ساحل ہی رہا ساحل
سنو کمزور ملکوں کی کہانی کانپ اٹھے دل بھلا کر یاد ماضی کی، کرو کچھ فکر مستقبل

یہاں پولینڈ کا افسانہ دہراتا تو کیا ہوتا

یہاں ڈیڑھ کرک کا عالم نظر آتا تو کیا ہوتا

ہمارے بھی سروں کی چاند ماری ہو تو پھر کیا ہو ہمارے بھی گھڑوں پر گولہ باری ہو تو پھر کیا ہو
یہاں بھی دل پر ایک اک زخم کاری ہو تو پھر کیا ہو یہاں بھی موت کا پروانہ جاری ہو تو پھر کیا ہو

اگر فرصت ملے رونے سے تم کو اپنی قسمت پر

بہاؤ بیٹھ کر چار اٹک دنیا کی مصیبت پر

ہیں وہ یاد ہے جب بھلیاں ٹوٹی تھیں خرمین پر غضب کی آگ برائی گئی تھی اہل لندن پر
مگر اب توڑ کر کوہِ گراں دشمن کی گردن پر پھر طینان سے جھولیں گے ہم شاخِ نشین پر

گیا وہ وقت جب مجبور تھے بے اختیاری تھی

ہماری باری اب آئی ہے کل دشمن کی باری تھی

اٹھو فطائیت کے نقش ہستی کو مٹانا ہے خود اپنی اتحادی قوتوں کو آزمانا ہے
 جو دیراں ہو گئے ہیں ملک اُن کو بھرنا ہے ہیں دنیا کو پھرے رہنے کے قابل بنانا ہے
 نظام اتنا تو ہو مضبوط جمہوری حکومت کا
 نہ لے دنیا میں کوئی نام نازی بربریت کا

سٹوان محوری غنڈوں کی چیرہ دستیایں ہم سے یہ سازش تھی کرل کرہیں لیں ہندوستان ہم سے
 مقدمہ ہر باں تھا اور موافق باغباں ہم سے بھلا پھر کیا چھڑا سکتا تھا کوئی آشیاں ہم سے
 نتیجہ کچھ نہ بکھلے جرمی، اٹلی کی سازش کے
 نہ پر پرزے ہی کچھ کام آئے جاپانی نوازش کے

کیا دنیا کو پامال خزاں جن کی بہاروں نے سکونِ زلیست برہم کر دیا جن کے اشاروں نے
 بہایا خونِ پانی کی طرح جن بد شعاروں نے زمانے بھر کو دوزخ کر دیا جن نابکاروں نے
 اٹھو اب سرزنش کا غیب سے پیغام آیا ہے

کہ پاداشِ عمل کا اُن کی اب ہنگام آیا ہے
 یہ سوکھے ہونٹ کب تک تابیہ کے فریاد کا عالم قیامت ہے تمھاری محنتِ برباد کا عالم
 کہاں تم اور کہاں یہ ہٹلری بیدار کا عالم دگرگوں ہو نہ جائے عالمِ ایجاد کا عالم

اسٹواب اپنے مستقبل کا بھی کچھ ذکر کرنا ہے

تمہیں تعمیر بعد از جنگ کی بھی فکر کرنا ہے

ربر کے کچھ کھلونے ان میں تو جاپان ہی کے ہیں ایں کچھ اٹلی کے ہوئے چند تیلے جرمنی کے ہیں
سپر دستی کرد و انھیں قابل اسی کے ہیں یہ خود سر خود غرض خود آشنا بندے خودی کے ہیں

جہنم عرصہ ہستی کو ناستقول کر دیتے
خدا کو بھی جو بس چلتا تو یہ معزول کر دیتے

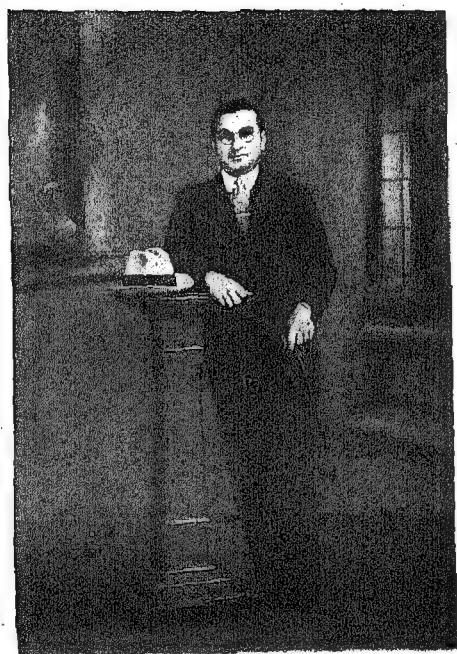
سراج لکھنوی

زوال مسوینی

جب جوش پہ قہر ذوالجلال آتا ہے ہر ظالم و سرکش پہ وبال آتا ہے
ارباب و غرور و ناز کا دنیا میں ہوتا ہے یہ حشر جب زوال آتا ہے
سیاب اکبر آبادی



سراج المهنوي



سرديش لکهنوي

سُویت رُوس

جناب سر و شش عسکری لطیفاتی کھنوی

فلک پہ قوم کا پرچم اڑا دیا تو نے	دلونہ سکنہ عظمت بٹھا دیا تو نے
نظام تازہ کا پیغام با عمل دے کر	رُخ حیات سے پردہ اٹھا دیا تو نے
بُجھا کے آتشِ بغض و نفاق کا شعلہ	دلوں میں سوزِ محبت جگا دیا تو نے
وہ نسل و قوم تھی یا زنگِ مذہب ملت	ہر افتراق و تفاوت مٹا دیا تو نے
تباہِ وہم و جہالت کو منہدم کر کے	دلوں کو مرکزِ اُلفت بنا دیا تو نے
مٹا کے نام و نشان ظلم و چوہِ دستی کا	حقیقتوں کو فسانہ بنا دیا تو نے
بہت خضر کا بھرا روپا ہزن نے مگر	چلی وہ چال کہ رستہ بھلا دیا تو نے
دلوں کی مخفی و محفوظ و پاک خلوت میں	چرخِ غیرت قومی جلا دیا تو نے
گلابِ پیکر و شہمِ سرشتِ قوموں کو	حریف آہن و آتش بنا دیا تو نے

پڑا جو وقت تری کشت نو دیدہ پر ہو سے اپنے خراج وفا دیا تو نے
عدو نے رُخ جو کیا تیے گھاٹ کا تو اُسے اسی کی تیغ کا پانی پلا دیا تو نے

جو فن حرب کے ڈھالے تھے اسلحہ اُس نے
اُنھیں کا اس کو نشانہ بنا دیا تو نے

سروش کھنوی

رباعیت

جس پان کا شہر
پچھتاے گا جاپان بھی رسوا ہو گا
سب مل کے فقط ایک نوالا ہو گا

جب جا کے کریں گے عمر جی گولہ باری
کڑی کے گھروں کا خستہ چیرا ہو گا
آج کھنوی

جاپان کا اصلی روپ
تو نہ دھلایا تو بد شکل یہ حسین
جو اہرات میں شیشہ کا اک نہیں نکلا
تماشائی ہی نہ تھا مال جس پانی
بر کا سا پ بھی رک ڈراستیں نکلا
سروش کھنوی

خراج عقیدت

جناب سلام بھٹی شہری

سُرخ فوجوں کے جوانوں کو سلام
اور ان سُرخ نشانوں کو سلام

جو زمانے میں نسایاں ہو کر

خون کے روپ میں رقصاں ہو کر — اپنے ہوتے ہی چلے جاتے ہیں

آج کس شان سے لہراتے ہیں

سُرخ فوجوں کے جوانوں کو سلام

ان جوانوں کو ہے جن کے بل پر

آج مزدوروں کا خونِ شکر — اپنی اس تیسری منزل میں رواں

اور دشمن کی نظر ہے حیراں

سُرخ فوجوں کے جوانوں کو سلام

جن کی فوجیں ہیں وطن کی تعمیر

جن کے ہاتھوں میں ہے قوی شیر — ایک کے بعد ہزار آتے ہیں

بن کے طوفان جو چھا جاتے ہیں

سُرخ فوجوں کے جوانوں کو سلام

جنگ نے دوسرا رخ بدلا ہے

آج ہٹلے نے بھی یہ سمجھا ہے — موت آتی ہے تو بول آتی ہے
 زندگی اپنے سے شرماتی ہے
 سرخ فوجوں کے جوانوں کو سلام

اپنے بھارت کے جوانوں کو سلام

جنگ کے گیت ابھی گانا ہے
 خوں سے تلوار کو نہسلانا ہے — نازیوں ہی کے خداؤں کے خلاف
 ان کے ناپاک ارادوں کے خلاف

روں کے خطروں کی طرح
 چین کی حالت انگلیں کی طرح — آج بھارت کی بھی حالت ہے سلام
 وہی خطرہ وہی صورت ہے سلام
 اپنے بھارت کے جوانوں کو سلام

سرخ فوجوں کے جوانوں کی طرح
 انھیں مزدوروں، کسانوں کی طرح — ہم بھی اب متحد ہو جائیں نہ کیوں
 اور جاپان کو شرمائیں نہ کیوں

نازیوں سے بھی بڑا یہ دشمن
 پھونک دینے پہ سہ اپنا خرمن — گنگا جمن کے دُلا رو اٹھ جاؤ
 اے مے چاند ستارو اٹھ جاؤ

اپنے بھارت کے جوانوں کو سلام
 سلام مچلی شہری



سلام مہجھانی شہری



سليم ز طقي كانپوري

حال و ماضی

جناب سلیم کا پوری

میں تو کہتا تھا کہ ماضی ہو رہا ہے آشکار
تم سمجھتے تھے کہ مستقبل کا سینہ ہے نگار

تم سمجھتے تھے کہ ہٹلر ہے خدائی فوجدار
تم سمجھتے تھے کہ اپنی دُص میں ہے دیونہ وار
تم سمجھتے تھے کہ ہے مخلوق کا پروردگار
تم سمجھتے تھے کہ یورپ کا ہے واحد تاجدار
تم سمجھتے تھے نجف اتوام کا ہے غمگسار
تم سمجھتے تھے دلوں پر ہوگا اس کا اقتدار
تم سمجھتے تھے کہ نازیت کا بیڑا ہوگا پار
تم سمجھتے تھے نہ ہوگا انقلاب اب بار بار
تم سمجھتے تھے کہ اس قابل کہاں اچان زار
تم سمجھتے تھے کہ مظلوموں کی کیا تیج اور کار

میں تو کہتا تھا کہ ڈکٹیٹر ہے حرم قوم کا
میں تو کہتا تھا کہ پندار سے بدست ہے
میں تو کہتا تھا کہ دشمن نوع انسان کا ہے
میں تو کہتا تھا کہ ظلم و جبر کی بات ادر ہے
میں تو کہتا تھا کہ گر نہ شیر ہے خونخوار ہے
میں تو کہتا تھا کہ نظروں سے گرے اور پھر گئے
میں تو کہتا تھا کہ کاغذ کی کہیں چلتی ہے ناؤ
میں تو کہتا تھا کہ جنگ روس پٹاکھائیگی
میں تو کہتا تھا شریکِ معرکہ ہوگا فرانس
میں تو کہتا تھا کریگی دل میں گھر آواز چین

میں تو کہتا تھا کہ ہر قوت ہے اس کی بے پناہ
 تم سمجھتے تھے کہ امریکہ ہے بس سرمایہ دار
 میں تو کہتا تھا کہ جاپانی اچانک دھنس پڑے
 تم سمجھتے تھے نظام ہند ہے ناپائیدار
 میں تو کہتا تھا کہ ہے برطانیہ، برطانیہ
 تم سمجھتے تھے ملا سب خاک میں عز و وقار
 میں تو کہتا تھا کہ چھٹ جائیگا سب گرد و غبار
 تم سمجھتے تھے کہیں رکتے ہیں رو کے شہسوار

میں تو کہتا تھا کہ افریقہ ہے چلتی پھرتی چھاؤں
 تم سمجھتے تھے کہ رگیتاں ہے شل کوہسار
 میں تو کہتا تھا چین سے اب اے کیا واسطہ
 تم سمجھتے تھے کہ اٹلی کی خزاں بھی ہے بہار
 میں تو کہتا تھا کہ آریہ۔ ایف قیامت ڈھائیگے
 تم سمجھتے تھے نہ ہوگا روم اور برلن پہ دار
 میں تو کہتا تھا کہ ہیں ارض و سما ظالم پہ تنگ
 تم سمجھتے تھے خدا کی رحمتیں ہیں نور بار
 میں تو کہتا تھا کہ عروس فتح آئے گی نظر
 تم سمجھتے تھے کہ ہے بے نور چشم انتظار
 میں تو کہتا تھا کہ افشاں، تبسم ریز ہے
 تم سمجھتے تھے سمندر کی ہے رانی سو گوار
 میں تو کہتا تھا کہ عیش و عشرت ہوگا رات دن
 تم سمجھتے تھے کہاں سے آئیں گے یل و نہار
 میں تو کہتا تھا بڑی جانناز ہے ہندی سپاہ
 تم سمجھتے تھے کہ کیا جو تھے ڈورین کا وقار

ہر قدم برطانیہ میدان مارے تو سہی
 جرمنی برلن کے بیچوں بیچ مارے تو سہی

سلیم کانپوری

سپاہی کا عزم

جناب سوز و جان پوری

تڑپ اٹھا ہے بجلی کی طرح ہر منہس میرا
سمند تازہ دم کو میں نے سوئے رزگہ پھیرا
بس اب میدان سے باطل کا اکھڑنے ہی کو ہے ڈیرا
ہراول کی بناؤں نے یکایک مجھ کو آگھیرا
مگر اب کوئی طاقت روک ہی سکتی نہیں مجھ کو

مرے ہاتھوں پہ دور بے بسی برباد ہو شاید
جواب تلخ سے خوش فطرت آزاد ہو شاید
ہو کی دھاری اب ضامن سرِ یاد ہو شاید
یہ ممکن ہے مقابل دیواستبداد ہو شاید
مگر اب کوئی طاقت روک ہی سکتی نہیں مجھ کو

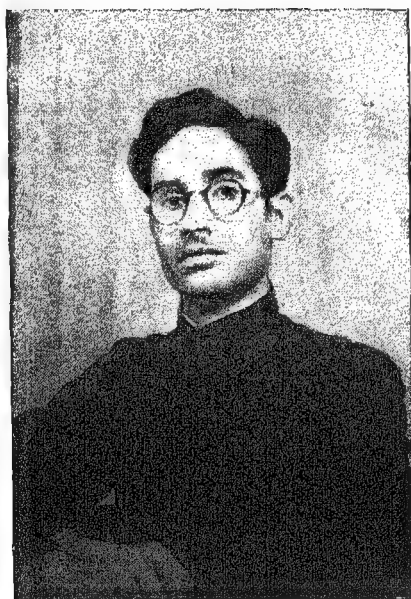
مری دنیا میں زندہ ہیں شہیدانِ وطن لاکھوں
مری تخیل میں لرزاں ہیں غمیں پیریں لاکھوں

مری ہمت میں پوشیدہ ہیں برباد چین لاکھوں
 سمجھتا ہوں کہ حائل ہوں گے انداز کین لاکھوں
 مگر اب کوئی طاقت روک ہی سکتی نہیں مجھ کو

بھڑکنے ہی کو ہے شعلے کی صورت خرمین ہستی
 لہو کی چند چھینٹوں سے بنے گا گلشن ہستی
 گل اُمید سے بھرنا ہے اپنا دامن ہستی
 ہٹائے لاکھ میدانِ عمل سے دامن ہستی
 مگر اب کوئی طاقت روک ہی سکتی نہیں مجھ کو

شکستِ سیما ہے اب ہر اس اہل باطل ہیں
 کہ خونِ گرم کے اب چند قطرے اس میں شامل ہیں
 یہ بوسیدہ لبادے پھونک ہی دینے کے قابل ہیں
 درندے نازیت کے گو مری راہوں میں حائل ہیں
 مگر اب کوئی طاقت روک ہی سکتی نہیں مجھ کو

سوز شاہجہانپوری



سرز شامجهانپوري



سپہا ب اکبر آبادی

انتہا

بدھ مندر (گیا) کی سقف بلند سے جاپان کو

حضرت سیاب اکبر آبادی

میں بدھ مندر گیا کی سقف کہندہ پر ہوں استادہ
نظر کے سامنے ہے ہند کا ماضی و مستقبل
ہوئے ہیں ہند پر ناکام کچھ حملے فضاؤں سے
نئے نئے اٹھانے کی یہ سعی رائیگاں کیا ہے
یہ گوتم کا وطن ہے کرشن کی ہے یہ جنم بھومی
یہاں ہر دور ہے پر یگانہ ہے اور بند رابن ہے
شوالے میں گیا کے بدھ کی سنگیں یاد گاریں ہیں
کیل دستو گیا اور راج گڑ کاشی، کشی تارہ
یہاں کی خاک پر برسوں پڑے ہیں پاؤں گوتم کے
وہ گوتم بدھ، اہنسا جن کا مشرب، تیاگ مذہب تھا
گیا سے تبت اور جاپان تک گونجی صدا جن کی
پرانی موتیں بدھ کی یہاں محفوظ ہیں اب تک

طبیعت جوش پر ہے ذہن ہے طوفان آمادہ
نگاہوں کو مری عرفان عہد حال ہے حاصل
ندامت کا اثر اب تک برستا ہے ہواؤں سے
بتانا چاہتا ہوں میں اسے ہندوستان کیا ہے
یہاں شورش فزائی عقل و دانش سے ہے محرومی
یہاں روحانیت بستی ہے یہ روحوں کا مسکن ہے
یہاں ہر ذرے میں محفوظ ماضی کی بہاریں ہیں
رہے اسی برس تک "عارف ہندی" کے گہوارہ
ابھی موجود ہیں اس سرزمین میں گاؤں گوتم کے
وہ دنیا دار ہو کر سب سے پہلے تارک دنیا
ابھی جاپان والوں میں پرستش ہے رواج کی
دقار رفتہ کے دھندلے نشاں محفوظ ہیں اب تک

جو پھر ہندوستان پر تو نے کی تکلیف بباری
یہ آثار قدیم اس ملک میں عزت کے قابل ہیں
یہ بدھ کا سمٹھ اگر ویران ہو جائے عجب کیا ہے
تو گو تم بدھ کی ہوگی یہ حقیقت میں دل آزاری
نقوش عہد ماضی ہیں مگر عبرت کے قابل ہیں
باطل کا جسے سب دیوتا کہتے ہیں اندھا ہے

کہے دیتا ہوں میں جاپان کے خورشید زادوں نے
ارادے ان کے میں ناپاک سب کچھ جانتے ہیں ہم
ان آثار جلیل و بکیراں کے پاسباں ہیں ہم
یہ دولت ہم سے کوئی چھین کر لے جا نہیں سکتا
سر سید اہم اپنا جذبہ قومی دکھا دیں گے
ہمارا جذبہ بیدار جب صورت نما ہو گا
ارادوں کے بدل دینے میں اتنی دیر کیا معنی؟
یہ حرص ملک گیری اک بلا ہے یک لعنت ہے
گرد کا دیش اگر محروم اسن دعا فیت ہو گا
ابھی ہے وقت باز آجائیں اپنے ان ارادوں نے
انھیں برتے ہوئے ہیں ہم انھیں پہچانتے ہیں ہم
دقار و دولت ہندوستان کے پاسباں ہیں ہم
کوئی کرا اور فن سے ہم پہ غالب آ نہیں سکتا
لڑائی چھڑ گئی تو جان تک اپنی لڑا دیں گے
تو پھر اک ہند کیا، آزاد سارا ایشیا ہو گا
ہو نم "اولاد سورج کی" تو پھر اندھیر کیا معنی؟
گدا ہے وہ نہیں سلطان، جو محروم فاعت ہے
گرد کی بد دعاؤں سے زوال سلطنت ہو گا

دل اُس کے بھشکوؤں کا نالہ و فریاد کرتا ہے
کوئی اپنے پیسیر کا وطن برباد کرتا ہے؟

سیماب اکبر آبادی

دیش دلارے

جناب شمیم کران

اوبھارت سینا کے ویرو اجیت کا جھنڈا المرادو
(وج) (ہمار)

تم جتنا کے سندر سیوک، تم ہی دیش دلارے ہو

رَن پر بت کے اگنی "لاوا" پڑھ ساگر کے دھارے ہو
اپناڑ (ہنگ) (سندر)

جگ ساگر کے پیارے بچے ہندو لگن کے تارے ہو
کنول (آسان)

اپنے لہو کے دیپ جلا کر، جگ میں اجالا پھیلا دو
(چلا) (دُنیا)

اوبھارت سینا کے ویرو اجیت کا جھنڈا المرادو

بھارت ماں نے جنم دیا ہے بھارت ماں نے پالا ہے

روپ بھرے سینک جیون کے شبنم ساپنے میں ڈھلا ہے
(سہاوی) (سہاوی)

رگ رگ چاہ کی گنگا جمناء ہر دے "پریم ہمالا" ہے

پریم ہمالا سے دھرتی کو امن کا درپن دکھلا دو

او بھارت سینا کے دیرو! جیت کا جھنڈا لہرا دو

دیکھو سینہ تان کے چلنا، دکھ کے ہا ہا کاروں میں

گونج گرج کر آگے بڑھنا، کرو دھم بھرے منجھاروں میں
(غصہ)

رن سے آنا دھوم مچا کر، دشمن کے سنساروں میں

سارے جگت میں بھارت کی تلوار کا لوہا نوا دو

او بھارت سینا کے دیرو! جیت کا جھنڈا لہرا دو

چندرکھی ہوں توپ کے کھڑے گیند کنول کے گول ہوں

ٹھنڈ بھری خوشبو کے جھونکے، گرم آندھی کے کھکھکے ہوں

اگ کے جنگی طیارے، دو ملین کے شہانے ڈولے ہوں

موت بھی جیون ہی بن جائے، ایسا جیون برسا دو
(نئی)

او بھارت سینا کے دیرو! جیت کا جھنڈا لہرا دو

اک دن بھاگ "جگتیری" کا بیڑی سے بھر جائیگا

اک دن ظلم کا جنگی بیڑا "طوفان" میں گھر جائے گا

اک دن ناگ کنویں کے اندر آندھی میں گر جائیگا

ست کابل خود بول اٹھے گا، فتح کا ڈنکا بجا دو
(ج) (طاف)

او بھارت سینا کے دیرو! جیت کا جھنڈا لہرا دو

جیت کا بھنڈا لہرا ہی دو "رن بھوئی کی چھائی پر
(سہیلی دیکھا)

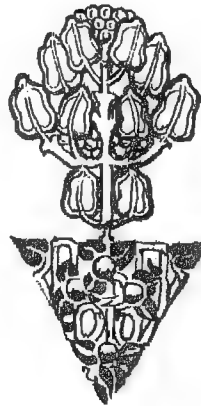
لکھ دو بسنتی شبدوبے کی ہر ڈالی ہر پاتی پر

پھول اچھا لو، بگرے بھینکو، رن کے ہر سنگھائی پر
(رٹنے والا)

گھاؤ بھری سنگرام کی دھرتی، گل بوٹوں سے لہکا دو

اوبھارت سینا کے ویر و اجیت کا بھنڈا لہرا دو

شمیم کرانی





شمیم کرهانی



شركت انكهنوي

میری تلوار

جناب شوکت تھانوی

ذرا میری تلوار مجھ کو اٹھا دو

یہ پیاسی ہے میں پیاس اسکی بھجادوں
اسے ظالموں کے لہو کا مزادوں
اسے خون کے رنگ سے جگمگادوں
یہ تلوار ہے اس کو بجلی بنادوں

ذرا میری تلوار مجھ کو اٹھا دو

یہ اپنوں سے عہد وفا باندھتی ہے
وفا کی حقیقت کو یہ جانتی ہے
مگر دشمنوں کو بھی پہچانتی ہے
انھیں کشتی خود یہ گردانتی ہے

ذرا میری تلوار مجھ کو اٹھا دو

جو حق پر ہیں ان کے مقابل یہ کب ہے
جو ہیں حق فروش ان پہ برق غضب ہے

ہمارا تو یہ ایک سازِ طرب ہے
مگر مقبذوں سے مبارکِ طلب ہے

ذرا میری تلوار مجھ کو اٹھا دو

جہاں کن کا نام آئے یہ چکے
جہاں کن پر جان جائے یہ چکے
جہاں ظلم کوئی بھی ڈھائے یہ چکے
جہاں موت دشمن کو لائے یہ چکے

ذرا میری تلوار مجھ کو اٹھا دو

بزرگوں کی تاریخِ دہرا نے والی
ہماری شجاعت کے گن گانے والی
یہ نصرت کے پرچم کو لہرا نے والی
یہ خود اپنا لوہا ہے منوانے والی

ذرا میری تلوار مجھ کو اٹھا دو

شوکتِ تھانوی

قطعات موسیقی سے خطاب

حضرت صفی کھنوی

بد سے بد تر اب ہوگا فسطائی تیرا انجام
عہدے سے معزول ہوا اترا شمت مردک نام

اٹلی

کیا واسطہ ہے جنگ سے اٹلی کی قوم کو ٹھہری یہ زنگاہ میں کب تک کے سخت کوش
شایان رزم یہ نہیں شایان رزم ہے رقص سرور اسکو پسند اور تائے دوش
پہلے جو اتخا دیوں کے دوش پر تھا بار

مردہ وہ اب ہے محروم کے وبال دوش

ہندوستانی سپاہی

بہر سپاہی ہند کا یکتا ہے اپنی شان میں
آگے ہی رہتا ہے سب سے جنگ کے میدان میں
خون برسے آگ برسے کچھ اسے پروا نہیں
فرق کیا ممکن کہ آج اسے کبھی اوسان میں
سب سے کمتر خرچ اس کا سب سے بہتر اس کی جنگ
سر بکھ رہتا ہے ہر دم فتح کے میدان میں

صفتی لکھنوی



صفي لکهنوي



عارف لکھنوي

شعلہ زرم

جناب عارف لکھنوی

نہ وہ کیفِ یادہ و جام ہے - نہ وہ لطفِ راسخ و رنگ ہے
 نہ وہ بزمِ رقص و سرور ہے - نہ وہ بربط و دت و چنگ ہے
 نہ چین ہے وہ نہ وہ دلکشی - نہ بہار وہ نہ وہ میکشی
 نہ وہ ساحری نہ وہ زندگی - نہ سرور ہے نہ ترنگ ہے
 وہ ہوس کی آگ بھڑک اٹھی - وہ جہانِ زسیت سلگ اٹھا
 دلِ اہرن میں غضب کا جوش - قیامتوں کی اُنگ ہے
 وہ قیامِ عیش جہاں نہیں - وہ نظامِ عمر رواں نہیں
 وہ سکوتِ امن و اماں نہیں - کہ زباں پہ نعرہ جنگ ہے
 اُٹھو خوابِ رطل گراں سے اب - تہ خاکِ فتنے دبا بھی دو
 رہ و رسم جو رٹا بھی دو - یہ ہوس کی آگ بجھا بھی دو
 تہ آب - غرقِ خودی ہوئی - وہی موج تھی جو فلک نشاں
 جو تمام شعلہ و برق تھی - وہی نازیت ہے دھواں دھواں

جو تمام عجزِ فنا دگی - جو تمام داغِ شکست تھا
 وہی روسِ شعلہ برق ہے - وہی چین آج شرِ ریشاں
 چلی لاکھ بادِ سموم بھی - اُٹھے لاکھ فتنہ غم..... مگر
 رہیں بزمِ شوق کی وسعتیں - یونہی نغمہ بار و فسادِ خواں
 یہی منزلیں ہیں دوام کی - یہی ارتقا کا ہے فلسفہ
 یونہی گرم رو ہے یہ زندگی - یونہی قافلہ ہے رواں دواں
 اٹھو دے رہا ہے کوئی صدا - تمہیں شاہراہِ حیات سے
 وہ بلا رہا ہے کوئی تمہیں - اسی رزمِ گاہِ حیات سے
 عارفِ کھنوری

مشرق میں ہیں معرکہ کرنا ہے عزت سے زمانہ میں بسر کرنا ہے
 ہندی ہیں تو ہند کی حفاظت کر لیں دشمن کے دلوں پہ بھی اثر کرنا ہے
 دلِ شاہجہاں پوری

سپاہی کی زندگی

سپاہی جناب عرشی کھنوی

سپاہی سے قائم نظام جہاں ہے یہی ملک و ملت کا اک پاساں ہے
یہی حافظ دُور امن و اماں ہے اسی کا ہر اک سمت سگہ رواں ہے
زمانہ یہی دے رہا ہے گو اہی

سپاہی کے قدموں میں ہے تاج شاہی

کبھی نور بن کر یہ زنداں میں پہنچا کبھی حق کی خاطر بیاباں میں پہنچا
کبھی موج کی طرح طوفان میں پہنچا کبھی رنگ و بوین کے لبستاں میں پہنچا
اسی کے لہو سے بہا رہیں ہے

حقیقت میں یہ شمع بزم وطن ہے

ہے کام اس کا گرتے ہوؤں کو اٹھانا اجل کی نگاہوں سے آنکھیں لڑانا
سیر دار بھی نغمہ حق سنانا زمانہ سے باطل کے فتنے مٹانا

کبھی آسمان کو یہ سر پر اٹھالے

کبھی سینہ بھر دہر چیر ڈالے

یہ سینے سے ٹوک سناں موڑتا ہے یہ ہاتھوں سے ہم آتشیں پھوڑتا ہے
یہ ٹھوکر سے کوہ گراں توڑتا ہے شکستہ دلوں کو مگر جوڑتا ہے
لگاتا ہے یہ آگ پانی کے اندر

اہل اس کے سایہ سے چلتی ہے پیکر
یہ بے موت مرنے کا قائل نہیں ہے غم بزدلی کا یہ بسل نہیں ہے
یہ ہے بحرِ مواجِ حل نہیں ہے جہاں میں کہاں اسکی منزل نہیں ہے

یہی ہے زمانے کا روشن ستارا

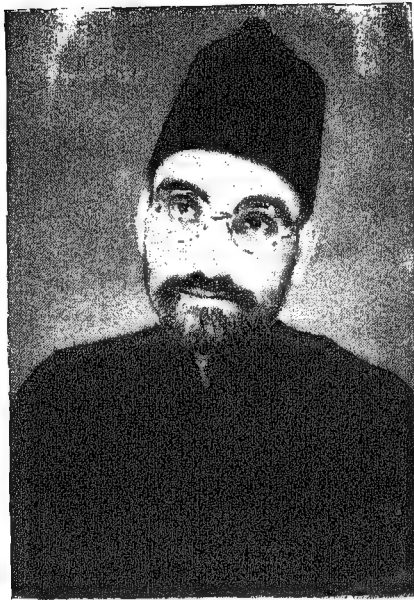
وطن اس کو پیارا وطن کا یہ پیارا

اٹھ اے قوم خود کو سپاہی بنا دے جہاں سے نشانِ شکر مٹا دے
وطن کے ستارے کو پھر جنگ گادا دے پھر اب تیغِ ہندی کے جوہر دکھا دے

ہر اک ظلم کا قصر برباد کر دے

غلامی سے دنیا کو آزاد کر دے

عرشی کفسوی



عرشي لکھلوي

خموشی اب عقل اچھی کسی تقریر کے بدلے
مری تحریر کا فی ہے مری تصویر کے بدلے
عقل

میدان جنگ سے ایک خط

— خراب عقلی نیرنگاری —

تو خود مختار اپنے، 'کا' میں مجبور ہوں پیارے
تو اہر عذر "عذر لنگ" میں معذور ہوں پیارے
سیاحت کے نشتر میں مست ہوں مخمور ہوں پیارے
یونہیں گناہم رہ جاؤں کہ اب مشہور ہوں پیارے

ادا کرتا ہوں اپنا فرض اور سرور ہوں پیارے
محبت میں وطن کی میں وطن سے دور ہوں پیارے

وطن کی بھولی بسری ہر کہانی یاد آتی ہے
وہ بچپن یاد آتا ہے جوانی یاد آتی ہے
وہ صبح و شام و شب ٹھنڈی سہانی یاد آتی ہے
یہاں ہوں اور وہاں کی زندگی یاد آتی ہے

وطن ہے چاند اگر میں چاندنی ہوں نور ہوں پیارے
محبت میں وطن کی میں وطن سے دور ہوں پیارے

میں چپکے چپکے اکثر رات کو آنسو بہاتا ہوں
میں اپنے دل کا افسانہ خود اپنے کو سناتا ہوں
کبھی مجھ تخیل ہو کے خود کو گھر میں پاتا ہوں
ترانے دوست کے میں جنگ کے میدان میں گاتا ہوں

میں خدمت پر عقل اپنی بجا مغرور ہوں پیارے
محبت میں وطن کی میں وطن سے دور ہوں پیارے

عقیل خیر آبادی

نازد و نخت کے مدعی باقی ہیں یعنی جاپان و جرمنی باقی ہیں
یہ بھی ہوں شکستہ تو گرے قصر غرور دوپائے تپائی کے ابھی باقی ہیں

سیاہ اکبر آبادی

جذبہ حُب وطن

بنابِ فرقت کا کوئی

اے جذبہ حُب وطن!

لے چل وہاں لے چل وہاں

ایوان ہیں لرزاں جہاں

طوفان ہیں رقصاں جہاں

کب تک سنوں، کیونکر سنوں غربت کے ماروں کی فغاں

ہاں سُن چکا بس سُن چکا آنت کے ماروں کی فغاں

اچھا مری تلوار لا - وہ برق پا رہوار لا

اے جذبہ حُب وطن!

لے چل وہاں لے چل وہاں

ایوان ہیں لرزاں جہاں

طوفان ہیں رقصاں جہاں

میرے لئے اب بیچ ہے امن دسکوں کی دلکشی

میدان میں چلنے کے لئے مچلی ہوئی ہے زندگی

اچھا سنبھل اٹھتا ہوں میں جو کچھ تھا ہونا ہو چکا

اے جذبہ حُب وطن!

لے چل وہاں لے چل وہاں
ایوان ہیں لہزاں جہاں
طوفان ہیں رقصاں جہاں

ہٹلے کے جور و ظلم کی ہیں داستاں کب تک سنوں
ہوں ساری دنیا پر ستم اور میں یوں ہی دیکھا کروں
میری خموشی کا گلہ اب چسار سو ہونے لگا

اے جذبہ حب وطن!

لے چل وہاں لے چل وہاں
ایوان ہیں لہزاں جہاں
طوفان ہیں رقصاں جہاں

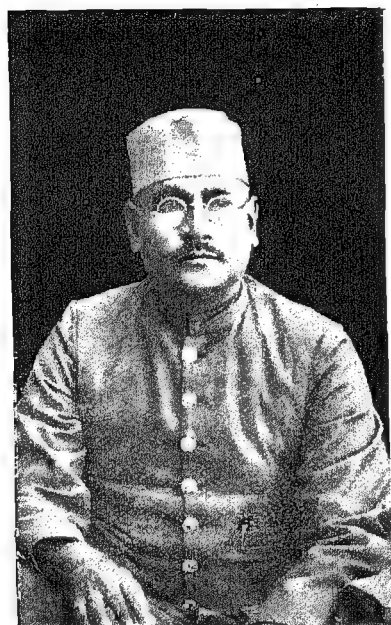
بس اب مروت ہو چکی، اب صبر کی حد ہو چکی
تا چند یہ مجبوریاں اب جبر کی حد ہو چکی
چکے گی اب تیغِ تنہا لپکے گا اب نیزہ مرا

اے جذبہ حب وطن!

لے چل وہاں لے چل وہاں
ایوان ہیں لہزاں جہاں
طوفان ہیں رقصاں جہاں
فرقت کا کوروی



فرقت کاکوردی



قنیر لکھنوی

بڑے چلو

جناب قدر لکھنوی

دلاوران باؤنسا! بڑے چلو بڑے چلو
تمہارے ساتھ ہے خدا بڑے چلو بڑے چلو

خدا کا شکر، تم ہوئے ہو دشمنوں پہ کامیاب ملا تمہیں بہادر دل کا اپنے شاہ سے خطاب
مقابلہ کی لاسکے کھاکس طرح سے کوئی تاب تمہارے برج فتح کا شباب پر ہے آفتاب
تمہارا بخت ہے رسا۔ بڑے چلو بڑے چلو
دلاوران باؤنسا! بڑے چلو بڑے چلو

ہر اک محاذ پر وہ سے شہر تم نے جنگ کی اجل کی تیغ سے حیات دشمنوں پہ تنگ کی
وہ لے رہے تھے نشہ شراب میں ترنگ کی سدائیں ان کی محفلوں میں تھیں رباب جنگ کی
غرور ان کا ڈھا دیا۔ بڑے چلو بڑے چلو
دلاوران باؤنسا! بڑے چلو بڑے چلو

تمام ارض و دہر میں تمہارا نام ہو گیا کہ قصہ حیات دشمنان تمام ہو گیا
ہوئے تیغ نیز کا اثر جو عمام ہو گیا عمر سے قبل ان کا گل چراغ شام ہو گیا
زمین میں صلا دیا۔ بڑے چلو بڑے چلو
دلاوران باؤنسا! بڑے چلو بڑے چلو

ہے لطف جبکہ غیر کا قدم بھی درمیاں نہ ہو مرا تو جب ہے دشمنوں کا نام کو نشان نہ ہو
رہے خیال، مدتوں کی سہی راگیاں نہ ہو تمہارے ساتھ میں کوئی سوائے باغباں نہ ہو

گلوں کے لب پہ ہو صدا۔ بڑھے چلو بڑھے چلو

دلاوران باؤنا! بڑھے چلو بڑھے چلو

مکر کو دشمنوں کی، ضرب اولیں میں توڑ دو عدو کے حلق میں تم آب تیغ کو پھوڑ دو
جو دیکھے بزرگاہ سے تو آنکھ اس کی پھوڑ دو کرے جو التجائے رحم تم سے اس کو چھوڑ دو

جفا کے ساتھ ہو وفا۔ بڑھے چلو بڑھے چلو

دلاوران باؤنا! بڑھے چلو بڑھے چلو

دعا کناں تمہارے حق میں قوم ہے سماج ہے تمام اہل ہند کی تمہارے ہاتھ لاج ہے
خدا کے فضل خاص سے جو کل نہ تھا وہ آج ہے عدو کی سرزمین پہ اب تمہارا تخت و تاج ہے

قدیر کا ہے مدعا، بڑھے چلو بڑھے چلو

دلاوران باؤنا! بڑھے چلو بڑھے چلو

قدیر لکھنوی



محبوب لکھنوی
(نظم صفحہ ۷۸ پر)



مجاز

میکش شمشیر کبف

جناب اسرار الحق مجاز

میسکدہ چھوڑ کے میں تیری طرف آیا ہوں

سرفروشنوں سے میں باندھے ہوئے صفت آیا ہوں

لاکھ ہوں میکش آوارہ و آشفتہ مزاج

کم سے کم آج تو شمشیر کبف آیا ہوں

مجاز

مجاز صاحب کی عبارت کو جو ہے اُنکی کوئی غیر مطبوعہ نظم و قافیہ پر نہیں مل سکی اس لئے اُنکی اجازت سے یہ غلطی نیا ادب سے منکر یہ کیا تھا نقل کیا جا رہا ہے۔

مسوینی کا زوال

حجاب مجنوں کھنڈی

مسوینی جتا اٹلی کی گاڑی میں گدھا ہو کر
 وہ ہٹلر ہاتھ میں جسکے ہے ظلم و جور کا کوڑا
 گر و جیسا تھا یہ شاگرد بد اختر بھی تھا وہی
 یہ گاڑی میں شریفوں کو قدم دھرنے نہ دیتا تھا
 ایمینوئل بھی مالک ہو کے اس ٹوٹے ڈرتا تھا
 بلا اسپین میں جب انقلاب و جنگ کی آئی
 ہزاروں بے گناہوں کو کھپتی پھر جیش پہونچی
 بھلا ان سب سے انکا کھیت تچا بھی تو کیا بچتا
 دبا ہٹلر کے شور و شر کی جب سوئے فرانس آئی
 ٹھنی جسے ہرنی دروس میں ہنگامہ آرائی
 اگر جب تار تھا افریقہ میں پہونچی گھل گئے تھے
 بہادر اتحادی حق کا ڈنڈا لے کے آپہونچے

چلی گاڑی یہ ہٹلر کے اشارے پر ہو کر
 وہ ہٹلر جتنے نا تیر و جنگیں سے جوڑا
 سوار بد گھر جیسا تھا یہ پھر بھی تھا وہی
 جو کوئی بیٹھے آتا تھا اس کو کاٹ لیتا تھا
 سیاسی راستوں پر بے دھڑک یہ شق کرتا تھا
 یہ گاڑی اپنے فاشستوں کو آزاد کر لائی
 وہاں کی کشت آزادی اسی پھرنے پر ڈالی
 وہ پیارے نیتے اور بہت متھڑور یہ گھوڑا
 یہ گاڑی بار بار واری کی خاطر واں بھی حاضر تھی
 یہ اٹلی کے اشراف کو بڑی تعداد میں لائی
 وہ دھکے کھائے سارے کیل کاٹا ہو گیا
 یہ پھر بھاگا سر پٹ اور فاسح ٹوٹ کر چھپے

بھگا کر اسکولائے تھان تک ملت دی اصلا
پتا جب یوں تو گاڑی سسلی سے اٹلی میں لگا
یہ گاڑی جب گری انصاف کے کھمبے سے ٹکرا کر
ادھر تر والی اسنے مفت میں اٹلی کی گاڑی بھی

پکڑ کر پھر تو اس منہ زور فخر کو بہت ٹھونکا
ہوا جو داں نتیجہ خوب واقف اس ہے دنیا
تو اس گھوڑے کو سب نے چھوڑا کاغذی اور لکڑی
ادھر باندھی گئی اس کی اگاڑی بھی بچھاڑی بھی

یہی اک دن نتیجہ ہٹلر بد خو کا بھی ہوگا
گرد بھی یوں ہی مٹ جائیگا جیسے مٹ گیا چیللا

مجنوں کہنوی

نخوت کا مسوینی کی بھانڈا پھوٹا
اس حادثے کی ہندوستان میں ہر دھوم

چھوڑا جو وزارت کو تو بیچھا پھوٹا
محور کا بڑی شان سے پھٹا ٹوٹا

سیماب اکبر آبادی

نوائے وقت

جناب سید مسیح الزماں ہانس

لو جنگ کا خونیں پرچم پھر لہراتا ہے بل کھاتا ہے
جمہور کے سر پر کالے کالے بھوتوں سا منڈلاتا ہے
شیدائے وطن کی آنکھوں کو دنیائے عدم دکھلاتا ہے

مزدور کی آزادی لینے فسطائی درندہ جھپٹا ہے
تخریب کا شعلہ برلن سے دنیا کو مٹانے اٹھا ہے
پھر امن و سکون کی واہی میں اک شور قیامت برپا ہے

کمزور کو پستے دیکھا جب برطانیہ بھی چپ رہ نہ سکا
یہ ظلم و شتم کے نظارے انسان کا دل تھا سہ نہ سکا
دریائے تغافل کی موجوں پر اور تو آگے بہ نہ سکا

بیدار ہوا، ہشیار ہوا، کمزور کا بازو ہتھام لیا
رحمت کی گریزاں دیوی کا اک ہاتھ سے پلو تھام لیا
اک ہاتھ سے پلو تھام لیا، اک ہاتھ سے گیسو تھام لیا

مغرب کے حسیں کا شانوں پر وحشت کی گھٹائیں چھانے لگیں
مستانہ سرودوں کے بدلے نعروں کی صدائیں آنے لگیں
اور کتنی جانیں ہنس ہنس کر میدان میں ہر دم جانے لگیں

دنیا کی یہ حالت پہونچی ہے خوابیدہ رہیں گے ہم کتب تک
متحدہ قوموں سے چھٹ کر سوچو تو جنیں گے ہم کتب تک
جاپان کے ایسے کیڑوں سے اس طرح ڈریں گے ہم کتب تک

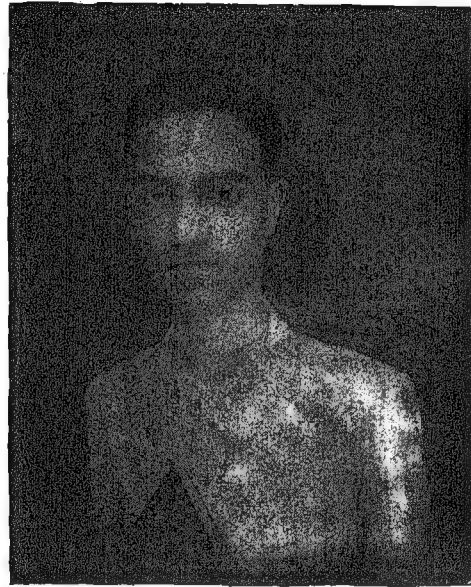
اللہ رے تغافل آؤنا، اب جاگ اٹھو ہشیار بھی ہو
دشمن کی شکست پیہم سے مسرور بھی ہو سرشار بھی ہو
اے روس کے لفظی ساتھی! اب میدان میں بیدار بھی ہو

دل مجھ غر لخوانی ہے تو ہوا ب جنگ کی آفت سہنی ہے
گھنگرو کی صدائیں دلکش ہوں اب موت کی بانی نہیں ہے
آزادی دوراں کی خاطر اب تیسرا بانی کرنی ہے

پھر امن کے مل جانے پر نہیں نہیں شعر پڑھیں گے متانہ
ہاں شعر پڑھیں گے متانہ اور رقص کریں گے زندانہ
مل بیٹھ کے سب دیوانے، پھر آباد کریں گے میخانہ

لیکن ابھی سر پر دشمن ہے آرام کہاں آرام کہاں
ساتی یہاں دل کو دھڑکن ہے صبا و گلانی جام کہاں
ہاں مطرب لالہ فام کہاں رقص سمن اندام کہاں

مسیح الزماں بجائی



سید مسیم الزمان جانیسی



آغا خان ملا

امن کے سپاہی

جناب آئند زرائن ملاً لکھنوی

ابھی فضاے جہاں میں غبار ہیں کیا کیا
نشیبِ صلح پہ سیلابِ جنگ کے آگے
ہر ایک سمت ہیں گو سنگلاخ چٹانیں
جہادِ زیست کے پتے ہوئے سیاہاں میں
کشیفِ چیتھڑے زخمی بدن پہ چہرہ پہ خاک
پھیپے زخمِ جگر کو تبسم لب سے
دلیر مرد فقط جنگجو صنفوں میں نہیں
سپاہِ امن میں بھی جاں نثار ہیں کیا کیا

مگر وہ معرکہ زندگی کے میدان میں
مصافِ زیست کی خوں ریز رزم گاہوں میں
شبِ حیات کی پُر ہول تیرگی میں بھی وہ
جلا کے آتشِ نفرت کو اپنے سینوں میں
تنِ اسلمہ سے سجائے ہوئے نہیں ملتے
لبو میں ہاتھ رچائے ہوئے نہیں ملتے
چراغِ روح بجھائے ہوئے نہیں ملتے
نظر میں زہر بجھائے ہوئے نہیں ملتے

کشاہدہ کر کے خصومت کا ہر جنوں خانہ
خداے جبر و تشدد کے آستانہ پر
کہیں کہیں مترنم ہے ان کے دم سے ہوا
ابھی فضا پہ وہ چھائے ہوئے نہیں ملتے
دلوں پہ قفل چڑھائے ہوئے نہیں ملتے
سیرِ نیاز جھکائے ہوئے نہیں ملتے

ابھی تمام نہیں داستانِ حرم و ستم
نہیں ہے کامِ بشر آشنائے لذت سے
ابھی نظر نہیں جاتی تہِ حقیقت تک
چڑھائی جاتی ہے انسانیت کی بھینٹ جنہیں
دبا ہوا ہے خدائی کے بوجھ سے انساں
نقطہ ہلاکِ اجل ہی نہیں ہے آدمِ زاد
ابھی ہے دور بہت بامِ ارتقائے حیات
دلِ بشر کو ابھی انتظار ہیں کیا کیا
ابھی سکندر و اسفندیار ہیں کیا کیا
لہو کے گھونٹ ابھی خوشگوار ہیں کیا کیا
خزاں کے دورِ برنگِ بہار ہیں کیا کیا
ابھی سماج کے پروردگار ہیں کیا کیا
ابھی زمین پہ گردوں کے بار ہیں کیا کیا
ابھی حیات کے زندہ شکار ہیں کیا کیا
دلِ بشر کو ابھی انتظار ہیں کیا کیا

ملا لکھنوی

* پلٹ آئے زراں لکھنوی صاحب سے تازہ نظم نہیں مل سکی اس لئے ان کی اجازت سے یہ نظم حوالہ دیا گیا ہے۔ لکھنوی سے براڈ کاسٹ ہو چکی ہے مگر غیر مطبوعہ ہے۔
شکر ہے کہ ساتھ شائع کی جا رہا ہے۔

جاپان کی خاتون

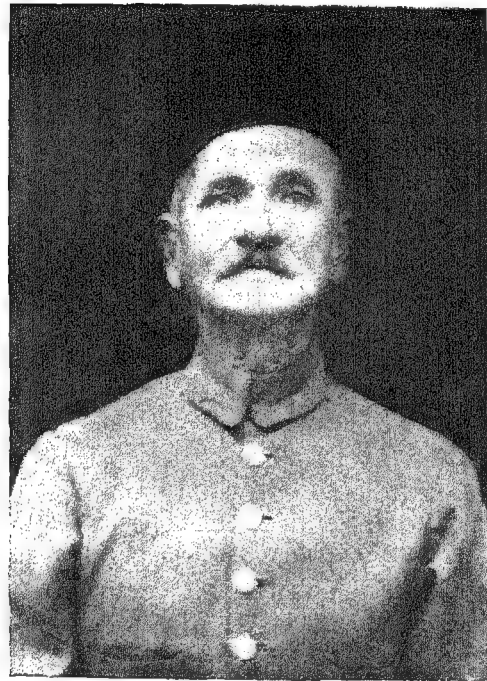
بناب نسیم اردو

واہ کیا عظمت ہے لے خاتون جاپانی تری
 پاؤں میں صفتِ توی کے اور پیشانی تری
 کس قدر توین ہے لے سوج بنوالتی تری
 ہر قدم پابندیاں ہر دم نگہبانی تری
 جب کہ ممکن ہے مداوا - ہر جگہ - ہر درد کا
 تو ہے جاپانی کھلونا اب بھی اپنے مرد کا
 گو نہیں ہے تو گھروں کی چار دیواری میں بند
 پھر بھی تو ہرگز نہیں آزاد یوں سے بہرہ مند
 رسم اور آئین کی دیوار ہے اتنی بلند
 ٹوٹ جاتی ہے جہاں تیرے ادا دلوں کی کند
 حریت جیسی نجس شے اور عورت کے لئے
 آپنی قانون میں تیری حفاظت کے لئے
 نام کو آواز ہے تو اسے حسین مہبل مگر
 بڑھ نہیں سکتی حدودِ خاص سے تیری نظر
 رنگ ہیں اہل چین تیری اسیری دیکھ کر
 ریشمی تاروں کے پھٹکے میں بندھے ہیں بال و پر
 افسردہ اندیشہ قبض بھی کس قدر انمول ہے
 آہنی ہیں نیلیاں جن پر بندہ اچھول ہے
 تیری لکہ - جو کہ ہے فردوسِ مسکوی کی حور
 ہے مسلط ہلے بیچاری پر مردوں کا غور
 گھر سے باہر جانی نہیں سکتی کہیں نزدیک دور
 بدگمانی اس مشد رکھتے ہیں کب اہل شور
 قوم سے مطلب نہ کوئی واسطہ تنظیم سے
 ظلم کی حسد ہو گئی - محروم ہے تعلیم سے

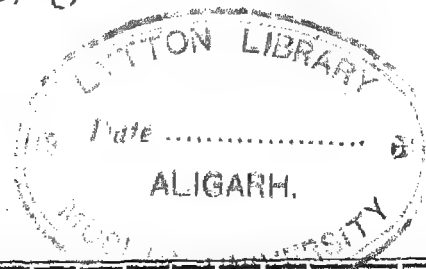
کھیلنا ممنوع اور تفریح کو جانا محال اک سیل سے جو ہو ملتا تو بھوانا محال
 دل جو گھبرائے کبھی - اس کا بھی بھلنا محال اس نصن میں راحت و آرام ہے پانا محال
 پھر گلستانِ عمل کے پھل جن سکتی نہیں
 جب کہ وہ اجبار پڑھو اگر بھی سن سکتی نہیں
 نرم سے مطلب اند اس کو گلشنانی سے غرض اک پرہی کو - کیا جہادِ زندگانی سے غرض
 نہکت گل کو چمن کی پاسبانی سے غرض صنعتِ نازک کو بھلا اس سرگرائی سے غرض
 علم و تحقیق و عملِ زیبا نہیں اُسکے لئے
 عور ہے جنت کی وہ دنیا نہیں اُسکے لئے
 وہ مسارانی - اسے قوم و وطن سے کام کیا شمعِ خانہ کو مسرور و غمگین سے کام کیا
 رونقِ زنجیر و زنداں کو چمن سے کام کیا غنچہ لب کو اکتسابِ علم و فن سے کام کیا
 خوشنوا طوطی کو شہتیب میں بھٹاتا ہے کوئی
 ناز نہیں گڑیا یہ ایسے ظلم ڈھاتا ہے کوئی
 فیکو کی عورت تو ہے آپ خود اپنی مثال اہل تیرا - مادرِ گیتی کی گردن کا وبال
 امر ناممکن ہے اب تیری ترقی کا خیال حکم ہے قانون کا - اپنے کو جھٹھٹین ڈال
 رسمِ پارینہ سے بڑا آج اس کا دھرم ہے
 تیرے مردوں کی نظریں وہ دنِ بیشرم ہے
 آج جب دنیا کی ساری عورتیں آزاد ہیں یعنی خود مختار ہیں - بیدار ہیں - دلشاد ہیں
 ان کی گلکاری سے دانش کے چمن آباد ہیں ایک تو صیدِ زبوں ہے - اور سب صیاد ہیں
 خادیں تیرے لئے - برگ و ثمران کے لئے
 ہر قدم ہے اک جہانِ تازہ تران کے لئے نسیمِ امروہی



نديم امرودھوي



نوح نادر



ترانہ جنگ

حضرت نوح ناروی

مبارک سلامت کے گن گارہے ہیں لڑائی میں قوت پہ اترا رہے ہیں
گٹھا کی طرح ہر طرف چھا رہے ہیں منہ مل رہے ہیں منہ آ رہے ہیں
ہمارے بہادر بڑھے جا رہے ہیں

زائے طریقوں سے ستھراؤ کرنا انوکھی اداؤں سے سینا سنورنا
مناسب محل پر نیا روپ بھرنا پڑانے ضوابط کو ٹھکرا رہے ہیں
ہمارے بہادر بڑھے جا رہے ہیں

کبھی جاں نشاری کبھی جاں نشانی حقیقت نے دیکھی صداقت نے جانی
اہم تھی بہت ملک کی پاسبانی سروں پر سیراہ سنڈلا رہے ہیں
ہمارے بہادر بڑھے جا رہے ہیں

ہواؤں کے جھگڑ، سمندر کے ریلے زمیں کے بکھیرے فلک کے جھیلے
نبرد آزماؤں کے آلام جھیلے چلو بھی، چلو بھی، یہ سہارا رہے ہیں

ہمارے بہادر بڑھے جا رہے ہیں

نہ سنگین روکے نہ تلوار روکے نہ سیلاب روکے نہ یلغار روکے
نہ خندق نہ دریا نہ کسار روکے خدا کی طرف سے مدد پار ہے ہیں

ہمارے بہادر بڑھے جا رہے ہیں

خیالات میں جوش حد سے زیادہ صنفوں کے اُٹنے کا پختہ ارادہ
جواں مرد شہ زور اک اک پیادہ دم جنگ و پیکار اٹھلا رہے ہیں

ہمارے بہادر بڑھے جا رہے ہیں

پریشان کیوں ہوں نہ دشمن کے حامی پشیمان کیوں ہوں نہ ان کے سلامتی
ہوئی ترش روئی ملی تلخ کامی جو بد خواہ تھے دل میں پھپھتا رہے ہیں

ہمارے بہادر بڑھے جا رہے ہیں

زمانے کا نقشہ بدل دینے والے مغز سپاہی، موت رسالے
کہیں ان میں گورے کہیں ان میں کالے حریفوں کو ہمت سے دہلا رہے ہیں

ہمارے بہادر بڑھے جا رہے ہیں

غضب کی دلیری، بلا کی جسارت جسارت کے ہمراہ پوری شجاعت

شجاعت میں موجود طرفہ حکومت حکومت کے پرچم کو لہا رہے ہیں
ہمارے بہادر بڑے جا رہے ہیں

ہزیمت کو پہچانتے ہی نہیں یہ درشتی کو گردانتے ہی نہیں یہ
کوئی شکل ہو مانتے ہی نہیں یہ ستم کر رہے ہیں ستم ڈھا رہے ہیں
ہمارے بہادر بڑے جا رہے ہیں

طبیعت کے مضبوط دل کے کراہے سراپا مناظر، مجسم نظارے
ہمیشہ ہی جیتے کسی سے نہ ہارے بگولے بھی صحرائیں تھمرا رہے ہیں
ہمارے بہادر بڑے جا رہے ہیں

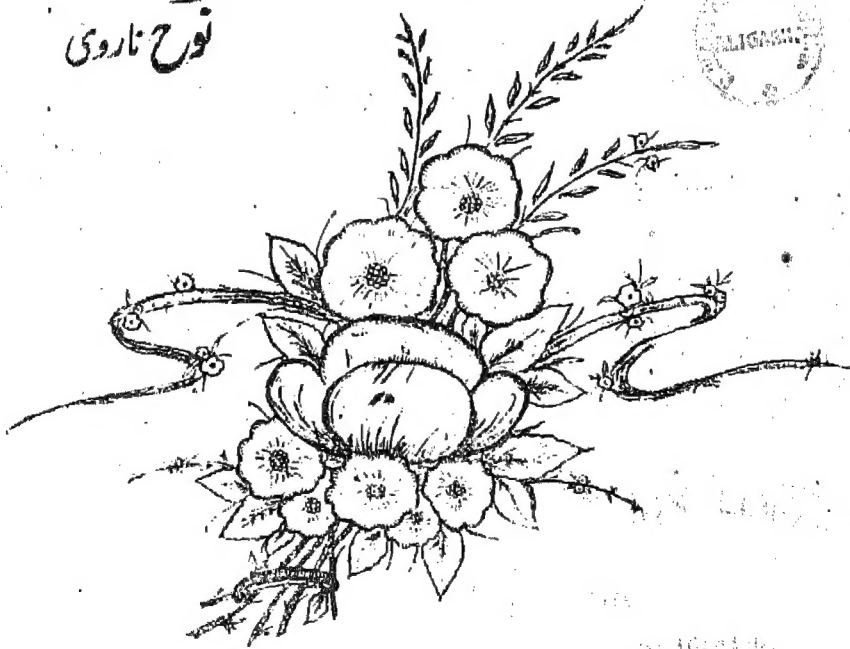
ہوائی جہازوں سے بم کا ٹپکنا کوئی دم نہ توپوں کا چلنے سے ٹھکنا
مگر کیسا رگنا، الجھنا، اٹکنا انھیں کون کہتا ہے گھبرا رہے ہیں
ہمارے بہادر بڑے جا رہے ہیں

بڑے جس سے توقیر ایسا تیرنا شرافت سے مرنا نجات سے جینا
ہنا کر ہو میں بہا کر پسینا سر رزم گہ نام چمکا رہے ہیں
ہمارے بہادر بڑے جا رہے ہیں

یہ ممکن نہیں پاؤں پیچھے ہٹائیں یہ ممکن نہیں پیٹھ پھر کر دکھائیں
 یہ ممکن نہیں خوف سے ہچکچائیں محلات کو کام میں لارہے ہیں
 ہمارے بہادر بڑے جارہے ہیں

زرد مال کا سخت نقصان ہوگا نہ اٹلی نہ جرمن نہ جاپان ہوگا
 ہپاکوئی ساعت میں طوفان ہوگا کہ پھر نوح کو لوگ بلوارہے ہیں
 ہمارے بہادر بڑے جارہے ہیں

نوح ناروی



2.3
(12)

DUE DATE 1918031-1

2-2-30

100

1001 104

Rajya Sahitya Akademi Collection			
A.E.		A915N41.4	
(A2)			
K.P.P.P.			
Date	No.	Date	No.